تفسیر ابن کثیر

پارہ نمبر ۲۲

چند اہم مضامین کی فہرست

- ارشادات الٰہی کی روشنی میں اسوۂ امہات المومنین ۶۷۰
- اسلام اور ایمان میں فرق اور ذکر الٰہی ۶۷۵
- حضور ﷺ کے پیغام کو رد کرنا گناہ عظیم ہے ۶۷۷
- عظمت زید بن حارثہؓ ۶۷۹
- بہترین دعا ۶۸۴
- تورات میں نبی اکرم ﷺ کی صفات ۶۸۶
- نکاح کی حقیقت ۶۸۷
- حق مہر اور بصورت علیحدگی کے احکامات ۶۸۹
- روایات واحکامات ۶۹۱
- ازواج مطہرات کا عہد وفا ۶۹۲
- احکامات پردہ ۶۹۴
- پردہ کی تفصیلات ۶۹۷
- صلوٰۃ وسلام کی فضیلت ۶۹۸
- ملعون ومعذب لوگ ۷۰۶
- تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر وافضل کون؟ ۷۰۷
- قیامت قریب تر سمجھو ۷۰۸
- موسیٰ علیہ السلام کا مزاج ۷۰۹
- تقویٰ کی ہدایت ۷۱۱
- فرائض، حدود وامانت ہیں ۷۱۱
- اوصاف الٰہی ۷۱۴
- قیامت آکر رہے گی ۷۱۵
- حضرت داود پر انعامات الٰہی ۷۱۷
- اللہ کی نعمتیں اور سلیمان علیہ السلام ۷۱۹
- حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ۷۲۰
- قوم سبا کا تفصیلی تذکرہ ۷۲۲
- ابلیس اور اس کا عزم ۷۲۷
- وحدہ لاشریک ۷۲۷
- اللہ عزوجل کی صفات ۷۲۹
- تمام اقوام کے لیے نبوت ۷۳۰
- کافروں کی سرکشی ۷۳۲
- نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلیاں ۷۳۳
- مشرکین سے سوال ۷۳۶
- کافر عذاب الٰہی کے مستحق کیوں ٹھہرے؟ ۷۳۶
- ضد اور ہٹ دھرمی کفار کا شیوہ ۷۳۷
- مشرکین کو دعوت اصلاح ۷۳۸
- عذاب قیامت اور کافر ۷۳۹
- مایوسی کی ممانعت ۷۴۳
- موت کے بعد زندگی ۷۴۵
- قدرت الٰہی ۷۴۸
- اللہ قادر مطلق ۷۴۹
- رب کی قدرتیں ۷۵۱
- کتاب اللہ کی تلاوت کے فضائل ۷۵۳
- عظمت قرآن کریم اور ملت بیضا ۷۵۴
- برے لوگوں کا روح فرسا حال ۷۵۷
- وسیع العلم اللہ تعالیٰ کا فرمان ۷۵۹
- قسمیں کھا کر مکر کرنے والے ظالم ۷۶۱
- عبرت ناک مناظر سے سبق لو ۷۶۲
- صراط مستقیم کی وضاحت ۷۶۳
- شب ہجرت اور کفار کے سر خاک ۷۶۴
- ایک قصہ پارینہ ۷۶۷
- انبیاء ورسل سے کافروں کا رویہ ۷۶۸
- مبلغ حق شہید کردیا ۷۶۹

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا
مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ
كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ
فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے گی' ہم اسے دوہرا اجر دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے ○ اے نبی کی بیویو اگر تم پرہیزگاری کرو تو تم مثل معمولی عورتوں کے نہیں ہو' تم نرم لہجے سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے' وہ کوئی خیال کرنے لگے۔ ہاں قاعدے کے مطابق کلام کیا کرو ○

(آیت:۳۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل وفضل کا بیان فرما رہا ہے اور حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تمہاری اطاعت گزاری اور نیک کاری پر تمہیں دگنا اجر ہے۔ اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ آپ کی منزل میں ہوں گی۔ اور حضورؐ کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جو تمام لوگوں سے بالاتر ہے۔ اسی کا نام وسیلہ ہے۔ یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی منزل ہے جس کی چھت عرش الٰہی ہے۔

ارشادات الٰہی کی روشنی میں اسوۂ امہات المومنین: ☆☆ (آیت:۳۲) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں' اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ پس فرمایا کہ تم میں سے جو پرہیزگاری کریں' وہ بہت بڑی فضیلت اور مرتبے والی ہیں۔ مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑے تو آواز بنا کر بات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے' انہیں طمع پیدا ہو۔ بلکہ بات اچھی اور مطابق دستور کرو۔ پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کے ساتھ خوش آوازی سے باتیں کرنی منع ہیں۔ گھل مل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی کلام کر سکتی ہیں۔ پھر فرمایا' بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انہیں چاہیے کہ سادگی سے جس طرح گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پا سکیں۔ آپؐ نے فرمایا' تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے' وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔

ترمذی وغیرہ میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ اللہ سے قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے' عورت کی اپنے گھر کی اندرونی کوٹھڑی کی نماز گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں۔ اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا لیکن اسے لپیٹا نہیں جس سے گردن اور کانوں کے زیور دوسروں کو نظر آئیں۔ یہ جاہلیت کا بناؤ سنگھار تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ادریسؑ کی دو نسلیں آباد تھیں۔ ایک تو پہاڑ پر' دوسرے نرم زمین پر۔ پہاڑیوں

کے مرد خوش شکل تھے' عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے- ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انہیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا- پھر اس نے بانسری کی وضع کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا- اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور پھر بھیڑ لگنے لگی- اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزار ہا مرد و عورت جمع ہونے لگے- اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے قبیلے والوں میں اس کے حسن کا چرچا کرنے لگا- اب وہ لوگ بکثرت آنے لگے اور آہستہ آہستہ ان عورتوں مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زناکاری کا عام رواج ہو گیا- یہی جاہلیت کا بناؤ ہے جس سے یہ آیت روک رہی ہے- ان کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے- اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح سے اسے ادا کرتی رہو-

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی
وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾
وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ﴿۳۴﴾

ع ۷

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کیا کرو' نماز ادا کرتی رہو' زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گذاری کرو' اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو تم سے وہ ہر قسم کی لغویات کو دور کر دے اور تمہیں خوب صاف کر دے ○ تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو حدیثیں پڑھی جاتی ہیں یاد رکھو' یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبردار ہے ○

اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو- یعنی زکوٰۃ نکالتی رہو- ان خاص احکام کی بجا آوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا- پھر فرمایا' اس اہل بیت سے ہر قسم کے میل کچیل کے دور کرنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے- وہ تمہیں بالکل پاک صاف کر دے گا- یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں- اس لئے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے- آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی- اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے- حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصتاً نازل ہوئی ہے- (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں حضرت عکرمہؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے- یہ آیت حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے- اس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شان نزول یہی ہے اور نہیں' تو یہ تو ٹھیک ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اور کوئی ان کے سوا داخل ہی نہیں تو اس میں نظر ہے- اس لئے کہ احادیث سے اہل بیت میں ازواج مطہرات کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے- مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہؓ کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے' اے اہل بیت نماز کا وقت آ گیا ہے- پھر اسی آیت تطہیر کی تلاوت کرتے- امام ترمذیؒ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں- ابن جریر کی

ایک اسی حدیث میں سات مہینے کا بیان ہے۔ اس میں ایک راوی ابوداؤد اعمی نفیع بن حارث کذاب ہے۔ یہ روایت ٹھیک نہیں۔

مسند میں ہے شداد بن عمار کہتے ہیں میں ایک دن حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ کا ذکر ہو رہا تھا۔ وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ جب وہ لوگ گئے تو مجھ سے حضرت واثلہؓ نے فرمایا' تو نے بھی حضرت علیؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے؟ میں نے کہا' ہاں میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی۔ تو فرمایا' سن میں نے جو دیکھا ہے' تجھے سناتا ہوں۔ میں ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضورؐ کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں۔ میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی ہیں۔ دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو تو اپنے سامنے بٹھا لیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھا لیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا' اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔

دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں' میں نے یہ دیکھ کر کہا' یا رسول اللہؐ میں بھی آپ کی اہل بیت میں سے ہوں' آپؐ نے فرمایا' تو بھی میرے اہل میں سے ہے۔ حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں' حضور ﷺ کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید کا ہے۔ اور روایت میں ہے' حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں' میں حضورؐ کے پاس تھا جو حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین آئے۔ آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال کر فرمایا' اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یا اللہ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں پاک کر دے۔ میں نے کہا میں بھی؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں تو بھی۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے۔ مسند احمد میں ہے' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' حضورؐ میرے گھر میں تھے جو حضرت فاطمہؓ حریرے کی ایک پتیلی بھری ہوئی لائیں۔ آپؐ نے فرمایا' اپنے میاں کو اور اپنے دونوں بچوں کو بھی بلا لو۔ چنانچہ وہ بھی آ گئے اور کھانا شروع ہوا۔ آپؐ اپنے بسترے پر تھے۔ خیبر کی ایک چادر آپؐ کے نیچے بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی جو یہ آیت اتری۔ پس حضورؐ نے چادر انہیں اڑھا دی اور چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں۔ تو ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں طاہر کر۔ میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر کہا' یا رسول اللہؐ میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا' یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے۔

اس روایت کے راویوں میں عطا کے استاد کا نام نہیں جو معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے راوی ہیں۔ باقی راوی ثقہ ہیں۔ دوسری سند سے انہی حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ساتھ حضرت علیؓ کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا' آیت تطہیر تو میرے گھر میں اتری ہے۔ آپؐ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا۔ تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہؓ آئیں۔ اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی؟ پھر حضرت حسنؓ آئے' نواسے کو نانا سے کون روکے؟ پھر حضرت حسینؓ آئے۔ میں نے انہیں بھی نہ روکا۔ پھر حضرت علیؓ آئے' میں انہیں بھی نہ روک سکی۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو جو چادر حضرتؐ اوڑھے ہوئے تھے' اسی میں اب سب کو لے لیا' اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں' ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔ پس یہ آیت اس وقت اتری جبکہ یہ چادر میں جمع ہو چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ میں بھی؟ لیکن اللہ جانتا ہے آپؐ اس پر خوش نہ ہوئے اور فرمایا' تو خیر کی طرف ہے۔ مسند کی اور روایت میں ہے کہ میرے گھر میں حضرتؐ تھے جو خادم نے آ کر خبر کی کہ فاطمہؓ اور علیؓ آ گئے ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا' ایک طرف ہو جاؤ۔ میرے اہل بیت آ گئے ہیں۔ گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی جو دونوں ننھے بچے اور یہ دونوں صاحب تشریف لائے۔ آپ نے دونوں بچوں کو گودی میں لے لیا۔ پیار کیا اور ایک ہاتھ

حضرت علیؓ کی گردن میں دوسرا حضرت فاطمہؓ کی گردن میں ڈال کران دونوں کو بھی پیار کیا اور ایک سیاہ چادر سب پر ڈال کر فرمایا' یا اللہ تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میری اہل بیت- میں نے کہا' میں بھی؟ فرمایا' ہاں تو بھی-

اور روایت میں ہے کہ میں اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی اور میں نے کہا' یا رسول اللہ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپؐ نے فرمایا' تو بھلائی کی طرف ہے اور نبیؐ کی بیویوں میں سے ہے- اور روایت میں ہے' میں نے کہا' مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے تو فرمایا' تو میری اہل ہے- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ایک دن صبح ہی صبح نکلے اور ان چاروں کو اپنی چادر تلے لے کر یہ آیت پڑھی (مسلم وغیرہ) حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؓ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا' وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے- ان کے گھر میں آپ کی صاحبزادی تھیں جو سب سے زیادہ آپ کی محبوب تھیں- پھر چادر کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا' میں نے قریب جا کر کہا' یا رسول اللہؐ میں بھی آپ کے اہل بیت سے ہوں' آپؐ نے فرمایا' دور رہو- تم یقیناً خیر پر ہو (ابن ابی حاتم) حضرت سعیدؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' میرے اور ان چاروں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے- اور سند سے یہ ابوسعیدؓ کا اپنا قول ہونا مروی ہے' واللہ اعلم- حضرت سعدؓ فرماتے ہیں' جب حضورؐ پر وحی اتری تو آپؐ نے ان چاروں کو اپنے کپڑے تلے لے کر فرمایا' یا رب یہ میرے اہل ہیں اور میرے اہل بیت ہیں (ابن جریر)

صحیح مسلم شریف میں ہے' حضرت یزید بن حبانؒ فرماتے ہیں' میں اور حصین بن سیرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر حضرت زید بن ارقمؓ کے پاس گئے- حصین کہنے لگے' اے زیدؓ آپ کو تو بہت سی بھلائیاں مل گئیں- آپؓ نے حضورؐ کی زیارت کی' آپ کی حدیثیں سنیں' آپؐ کے ساتھ جہاد کئے' آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں- غرض آپ نے بہت خیر و برکت پالی- اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سناؤ- آپ نے فرمایا- بھتیجے اب میری عمر بڑی ہو گئی- حضورؐ کا زمانہ دور کا ہو گیا- بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں- اب تو ایسا کرو' جو باتیں میں ازخود بیان کروں' انہیں تو قبول کر لو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو- سنو مکے اور مدینے کے درمیان کی ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے' حضورؐ نے کھڑے ہو کر ہمیں ایک خطبہ سنایا- اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و پند کے بعد فرمایا' میں ایک انسان ہوں- بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں' میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں- پہلی تو کتاب اللہ جس پر ہدایت و نور ہے- تم اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو- پھر تو آپؐ نے کتاب اللہ کی بڑی رغبت دلائی اور اس کی طرف ہمیں خوب متوجہ فرمایا- پھر فرمایا' اور میری اہل بیت کے بارے میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں- تین مرتبہ یہی کلمہ فرمایا- تو حصینؒ نے حضرت زید سے پوچھا' آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کی اہل بیت ہیں ہی- لیکن آپ کی اہل بیت وہ ہیں جن پر آپؐ کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے' پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس رضی اللہ عنہم- پوچھا کیا ان سب پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ کہا ہاں! دوسری سند سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے پوچھا' کیا آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں؟ کہا نہیں قسم ہے اللہ کی' بیوی کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس گو عرصہ دراز سے ہو لیکن پھر اگر وہ طلاق دے دے تو اپنے میکے میں اور اپنی قوم میں چلی جاتی ہے- آپ کے اہل بیت آپ کی اصل اور عصبہ ہیں جن پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے-

اس روایت میں یہی ہے لیکن پہلی روایت ہی اولیٰ ہے اور اسی کو لینا ٹھیک ہے اور اس دوسری میں جو ہے' اس سے مراد صرف حدیث میں جن اہل بیت کا ذکر ہے وہ ہے' کیونکہ وہاں وہ آل مراد ہے' جن پر صدقہ خوری حرام ہے یا یہ کہ مراد صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ وہ مع آپ کی اور آل کے ہیں- یہی بات زیادہ راجح ہے اور اس سے اس روایت اور اس سے پہلے کی روایت میں جمع بھی ہو جاتی ہے- اور قرآن اور پہلی

احادیث میں جمع بھی ہو جاتی ہے۔لیکن یہ اس صورت میں کہ ان احادیث کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے۔ کیونکہ ان کی بعض اسنادوں میں نظر ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ جس شخص کو نور معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی عادت ہو' وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضورؐ کی بیویاں بلاشک وشبہ داخل ہیں اس لئے کہ اوپر سے کلام ہی ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ اللہ کی آیتیں اور رسولؐ کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے' انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔

پس اللہ کی آیات اور حکمت سے مراد بقول حضرت قتادہؒ وغیرہ کتاب وسنت ہے۔ پس یہ خاص خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی کہ ان کے گھروں میں اللہ کی وحی اور رحمت الٰہی نازل ہوا کرتی ہے اور ان میں بھی یہ شرف حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور اولیٰ اور سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ حدیث شریف میں صاف وارد ہے کہ کسی عورت کے بستر پر حضورؐ کی طرف وحی نہیں آتی بجز آپؓ کے بستر کے۔ یہ اس لئے بھی کہ حضور ﷺ نے آپؓ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا تھا۔ ان کا بستر بجز رسول اللہؐ کے اور کسی کے لئے نہ تھا۔ پس اس زیادتی درجہ اور بلندی مرتبہ کی وہ صحیح طور پر مستحق تھیں۔ ہاں جبکہ آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہوئیں تو آپ کے قریبی رشتے دار بطور اولیٰ آپ کی اہل بیت ہیں۔ جیسے حدیث میں گزر چکا کہ میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال میں یہ آیت ٹھیک طور پر پیش ہو سکتی ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ الخ کہ یہ اتری تو ہے مسجد قبا کے بارے میں جیسے کہ صاف صاف احادیث میں موجود ہے۔ لیکن صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضورؐ سے سوال ہوا کہ اس مسجد سے کون سی مسجد مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا' وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجد نبویؐ۔ پس جو صفت مسجد قبا میں تھی' وہی صفت چونکہ مسجد نبویؐ میں بھی ہے' اس لئے اس مسجد کو بھی اسی نام سے اس آیت کے تحت داخل کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ بنو اسد کا ایک شخص کود کر آیا اور سجدے کی حالت میں آپ کے جسم میں خنجر بھونک دیا جو آپؓ کے نرم گوشت میں لگا جس سے آپ کئی مہینے بیمار رہے۔ جب اچھے ہو گئے تو مسجد میں آئے۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جس میں فرمایا' اے عراقیو! ہمارے بارے میں اللہ کا خوف کیا کرو۔ ہم تمہارے حاکم ہیں' تمہارے مہمان ہیں' ہم اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ' اتری ہے۔ اس پر آپ نے خوب زور دیا اور اس مضمون کو بار بار ادا کیا جس سے مسجد والے رونے لگے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شامی سے فرمایا تھا' کیا تو نے سورۂ احزاب کی آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا' ہاں' کیا اس سے مراد تم ہو؟ فرمایا' ہاں! اللہ تعالیٰ بڑے لطف و کرم والا' بڑے علم اور پوری خبر والا ہے۔ اس نے جان لیا کہ تم اس کے لطف کے اہل ہو۔ اس لئے اس نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں اور یہ فضیلتیں تمہیں دیں۔

پس آیت کے معنی مطابق تفسیر ابن جریر یہ ہوئے کہ اے نبی کی بیویو! اللہ کی جو نعمت تم پر ہے' اسے تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں کیا جہاں اللہ کی آیات اور حکمت پڑھی جاتی ہیں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کی حمد پڑھنی چاہیے کہ تم پر اللہ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا۔ حکمت سے مراد سنت وحدیث ہے۔ اللہ انجام تک سے خبردار ہے۔ اس نے اپنے پورے اور صحیح علم سے جانچ کر تمہیں اپنے نبی ﷺ کی بیویاں بننے کے لئے منتخب کر لیا۔ پس دراصل یہ بھی اللہ کا تم پر احسان ہے جو لطیف وخبیر ہے ہر چیز کے جزو کل سے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ وَالْقَٰنِتِينَ وَالْقَٰنِتَٰتِ وَالصَّٰدِقِينَ وَالصَّٰدِقَٰتِ وَالصَّٰبِرِينَ وَالصَّٰبِرَٰتِ وَالْخَٰشِعِينَ وَالْخَٰشِعَٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَٰتِ وَالصَّٰٓئِمِينَ وَالصَّٰٓئِمَٰتِ وَالْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَٰفِظَٰتِ وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں' فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں' اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے والیاں' بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر اللہ کرنے والیاں' ان سب کے لئے اللہ نے وسیع مغفرت اور بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ○

اسلام اور ایمان میں فرق اور ذکر الٰہی: ☆☆ (آیت: ۳۵) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر تو قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن عورتوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جاتا- ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھی اپنے سر کے بال سلجھا رہی تھی جو میں نے حضورؐ کی آواز منبر پر سنی- میں نے بالوں کو تو یونہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آ کر آپؐ کی باتیں سننے لگی تو آپؐ اس وقت یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے- نسائی وغیرہ- اور بہت سی روایتیں آپؐ سے مختصراً مروی ہیں- ایک روایت میں ہے کہ چند عورتوں نے حضورؐ سے یہ کہا تھا- اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات سے یہ کہا تھا- اسلام و ایمان کو الگ الگ بیان کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ ایمان اسلام کا غیر ہے اور ایمان اسلام سے مخصوص و ممتاز ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا الخ والی آیت اور بخاری و مسلم کی حدیث کہ زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا' پھر اس پر اجماع کہ زنا سے کفر لازم نہیں آتا- یہ اس پر دلیل ہے اور ہم شرح بخاری کی ابتدا میں اسے ثابت کر چکے ہیں- (یہ یاد رہے کہ ان میں فرق اس وقت ہے جب اسلام حقیقی نہ ہو جیسے کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب الایمان میں بدلائل کثیرہ ثابت کیا ہے' واللہ اعلم' مترجم)

قنوت سے مراد سکون کے ساتھ کی اطاعت گزاری ہے جیسے اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ الخ میں ہے- اور فرمان ہے وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قٰنِتُوْنَ یعنی آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی فرماں بردار ہے- اور فرماتا ہے يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ الخ اور فرماتا ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ یعنی اللہ کے سامنے باادب فرماں برداری کی صورت میں کھڑے ہوا کرو- پس اسلام کے اوپر کا مرتبہ ایمان ہے اور ان کے اجتماع سے انسان میں فرماں برداری اور اطاعت گزاری پیدا ہو جاتی ہے- باتوں کی سچائی اللہ کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح محمود ہے- صحابہؓ کبار میں تو وہ بزرگ بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا' سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے- سچا نجات پاتا ہے- سچ ہی بولا کرو- سچائی نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف- جھوٹ سے بچو' جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے- انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے اللہ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اور جھوٹ کا قصد کرتے ہوئے اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے- اور

بھی اس بارے کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

صبر ثابت قدمی کا نتیجہ ہے۔ مصیبتوں پر صبر ہوتا ہے۔ اس علم پر کہ تقدیر کا لکھا ٹلتا نہیں۔ سب سے زیادہ سخت صبر صدمے کے ابتدائی وقت پر ہے اور اسی کا اجر زیادہ ہے۔ پھر تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے خواہ مخواہ ہی صبر آ جاتا ہے۔ خشوع سے مراد تسکین، دلجمعی، تواضع، فروتنی اور عاجزی ہے۔ یہ انسان میں اس وقت آتی ہے جبکہ دل میں اللہ کا خوف اور رب کو ہر وقت حاضر ناظر جانتا ہو اور اس طرح اللہ کی عبادت کرتا ہو جیسے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں تو کم از کم اس درجے پر وہ ضرور رہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

صدقے سے مراد محتاج ضعیفوں کو جن کی کوئی کمائی نہ ہو، نہ جن کا کوئی کمانے والا ہو انہیں اپنا فالتو مال دینا اس نیت سے کہ اللہ کی اطاعت ہو اور اس کی مخلوق کا کام بنے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے، سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو خبر نہیں لگتی۔ اور حدیث میں ہے صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور بھی اس بارے کی بہت سی حدیثیں ہیں جو اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ روزے کی بابت حدیث میں ہے کہ یہ بدن کی زکوٰۃ ہے یعنی اسے پاک صاف کر دیتا ہے اور طبی طور پر بھی ردی اخلاط کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں، رمضان کے روزے رکھ کر جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لئے، وہ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ الخ میں داخل ہو گیا۔ روزہ شہوت کو بھی جھکا دینے والا ہے۔ حدیث میں ہے، اے نوجوانو، تم میں سے جسے طاقت ہو، وہ تو اپنا نکاح کرلے تاکہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں اور پاک دامنی حاصل ہو جائے اور جسے اپنے نکاح کی طاقت نہ ہو، وہ روزے رکھے، یہی اس کے لئے گویا خصی ہونا ہے۔ اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد ہی بدکاری سے بچنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ایسے مسلمان مرد و عورت حرام سے اور گناہ کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں اپنی اس خاص قوت کو جائز جگہ صرف کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے بدن کو روکے رہتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے اور لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں اس کے سوا جو اور کچھ طلب کرے، وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔

ذکر اللہ کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ جب میاں اپنی بیوی کو رات کے وقت جگا کر دو رکعت نماز دونوں پڑھ لیں تو وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ لئے جاتے ہیں (ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ سب سے بڑے درجے والا بندہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ اللہ کی راہ کے مجاہد سے بھی؟ آپؐ نے فرمایا، اگرچہ وہ کافروں پر تلوار چلائے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والا اس سے افضل ہی رہے گا۔ (مسند احمد) مسند ہی میں ہے کہ حضورؐ مکے کے راستے میں جا رہے تھے جمدان پر پہنچ کر فرمایا، یہ جمدان ہے۔ مفرد بن کر چلو۔ آگے بڑھنے والوں نے پوچھا، مفرد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے پھر فرمایا، اے اللہ حج و عمرے میں اپنا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! لوگوں نے کہا، بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے آپ نے فرمایا یا اللہ سر منڈوانے والوں کو بخش۔ لوگوں نے پھر کتروانے والوں کے لئے درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کتروانے والے بھی۔ آپ کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذابوں سے نجات دینے والا کوئی عمل اللہ کے ذکر سے بڑا نہیں۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا، میں تمہیں سب سے بہتر، سب سے پاک اور سب سے بلند درجے کا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے حق میں سونا چاندی اللہ کی راہ میں لٹانے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بھی افضل ہو جو تم کل دشمن سے ملو گے اور ان کی گردنیں مارو گے اور وہ تمہاری گردنیں ماریں گے۔ لوگوں نے کہا، حضورؐ ضرور بتلایئے،

فرمایا' اللہ عزوجل کا ذکر۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا مجاہد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا' سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا۔ اس نے پھر روزے دار کی نسبت پوچھا' یہی جواب ملا' پھر نماز' زکوٰۃ' حج' صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضورؐ نے سب کا یہی جواب دیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا' پھر اللہ کا ذکر کرنے والے تو بہت ہی بڑھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا' ہاں۔ کثرت ذکر اللہ کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ الخ کی تفسیر میں ہم ان احادیث کو بیان کریں گے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا یہ نیک صفتیں جن میں ہوں' ہم نے ان کے لئے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اجر عظیم یعنی جنت۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ۭ۳۶

کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا' یاد رکھو اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے' وہ صریح گمراہی میں پڑے گا ○

حضور ﷺ کے پیغام کو رد کرنا گناہ عظیم ہے: ☆☆ (آیت:۳۶) رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا" میں اس سے نکاح نہیں کروں گی۔ آپؐ نے فرمایا! ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے۔ میں سوچ لوں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اتری۔ اسے سن کر حضرت زینبؓ نے فرمایا' یارسول اللہ! کیا آپ اس نکاح سے رضامند ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں۔ تو حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ بس پھر مجھے کوئی انکار نہیں' میں اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی نہیں کروں گی۔ میں نے اپنا نفس ان کے نکاح میں دے دیا۔ اور روایت میں ہے کہ وجہ انکار یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زیدؓ کے زیادہ شریف تھیں۔ حضرت زیدؓ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابومعیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی مہاجر عورت یہی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضورؐ میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا' مجھے قبول ہے۔ پھر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا۔ غالباً یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا۔ اس سے حضرت ام کلثوم ناراض ہوئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضورؐ سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا' اس پر یہ آیت اتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کر دیا گیا۔ اور فرما دیا گیا کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ نبیؐ مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں۔ پس آیت مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک انصاری کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیبؓ سے کر دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے۔ میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کر لوں۔ جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا' یہ نہیں ہو سکتا' ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے پیغام کو رد کر دیا اور اب جلیبیب سے نکاح کر دیں۔ انصاریؓ اپنی بیوی کا یہ جواب سن کر حضورؐ کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی' بول پڑی کہ تم رسول اللہ ﷺ کی

بات رد کرتے ہو؟ جب حضورؐ اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار نہ کرنا چاہیے - اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے - بیچ میں رسول اللہ ﷺ ہیں - اس نکاح سے انکار کرنا گویا حضورؐ کے پیغام اور خواہش کو رد کرنا ہے یہ ٹھیک نہیں - چنانچہ انصاری رضی اللہ عنہ سیدھے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہیں؟ آپؐ نے فرمایا! ہاں' میں تو اس سے رضامند ہوں - کہا پھر آپؐ کو اختیار ہے - آپ نکاح کر دیجئے' چنانچہ نکاح ہو گیا - ایک مرتبہ اہل اسلام مدینہ والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے' لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلیبب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے - انہوں نے بھی بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں - حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا' ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا - تمام مدینے میں ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا - ایک اور روایت میں حضرت ابو بردہ اسلمیؓ کا بیان ہے کہ حضرت جلیبب رضی اللہ عنہ کی طبیعت خوش مذاق تھی اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں - انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت کا نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم کر لیں کہ حضورؐ ان کی بابت کچھ نہیں فرماتے - پھر وہ واقعہ بیان فرمایا جو اوپر مذکور ہوا -

اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلیببؓ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا - پھر کافروں نے یک مشت ہو کر آپ کو شہید کر دیا - حضورؐ ان کی تلاش کرتے ہوئے جب ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا' سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں - یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں - دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا' پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھا کر قبر میں اتارا - رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ہی ان کا جنازہ تھا اور کوئی چارپائی وغیرہ نہ تھی - یہ بھی مذکور نہیں کہ انہیں غسل دیا گیا ہو - اس نیک بخت انصاریہ عورتؓ کے لئے جنہوں نے حضور ﷺ کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو - اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا اور اسے زندگی کے پورے لطف عطا فرما - تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی کوئی عورت نہ تھی - انہوں نے جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضورؐ کی بات رد نہ کرو' اس وقت یہ آیت مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ الخ نازل ہوئی تھی -

حضرت ابن عباسؓ سے حضرت طاؤسؒ نے پوچھا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے منع فرمایا اور اسی آیت کی تلاوت کی - پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے - اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے - نہ رائے اور قیاس کرنے کا حق' نہ کسی اور بات کا - جیسے فرمایا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ یعنی قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں - پھر تیرے فرمان سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ کھلے دل سے تسلیم کر لیں - صحیح حدیث میں ہے' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو گا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں - اسی لئے یہاں بھی اس کی نافرمانی کی برائی بیان فرما دی کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرنے والا کھلم کھلا گمراہ ہے - جیسے فرمان ہے فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی جو لوگ ارشاد نبی کا خلاف کرتے ہیں' انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی فتنہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب ہو -

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ
زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۗ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۗ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

جبکہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو آباد رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا' اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار تھا کہ اس سے ڈرے' پس جبکہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی' ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دی تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جبکہ وہ اپنا جی ان سے بھر لیں' اللہ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا ○

عظمت زید بن حارثہؓ: ☆☆ (آیت:۳۷) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہر طرح سمجھایا۔ ان پر اللہ کا انعام تھا کہ اسلام اور متابعت رسولؐ کی توفیق دی اور حضورؐ کا بھی ان پر احسان تھا کہ انہیں غلامی سے آزاد کر دیا۔ یہ بڑی شان والے تھے اور حضور ﷺ کو بہت ہی پیارے تھے یہاں تک کہ انہیں سب مسلمان حب الرسول کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے اسامہؓ کو بھی حب بن حب کہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جس لشکر میں انہیں حضورؐ بھیجتے تھے' اس لشکر کا سردار انہی کو بناتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو رسول اللہؐ کے خلیفہ بن جاتے (احمد) بزار میں ہے' حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں' میں مسجد میں تھا۔ میرے پاس حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آئے اور مجھ سے کہا' جاؤ حضورؐ سے ہمارے لئے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کو خبر کی۔ آپؐ نے فرمایا' جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! آپؐ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں' جاؤ بلا لو۔ یہ آئے اور کہا یا رسول اللہؐ ذرا بتایئے تو آپ کو اپنی اہل میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' میری بیٹی فاطمہ۔ انہوں نے کہا' ہم حضرت فاطمہؓ کے بارے میں نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا' پھر اسامہ بن زید بن حارثہ جن پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی۔ حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی زینب بنت جحشؓ اسدیہ سے کرا دیا تھا۔ دس دینار اور سات درہم مہر دیا تھا' ایک دوپٹہ' ایک چادر' ایک کرتا' پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں دی تھیں۔ ایک سال یا کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسا لیکن پھر ناچاقی شروع ہو گئی۔ حضرت زیدؓ نے حضور ﷺ کے پاس آ کر شکایت شروع کی تو آپ انہیں سمجھانے لگے کہ گھر نہ توڑو۔ اللہ سے ڈرو۔ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے غیر صحیح آثار نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ مسند احمد میں بھی ایک روایت حضرت انسؓ سے ہے لیکن اس میں بھی بڑی غرابت ہے اس لئے ہم نے اسے بھی وارد نہیں کیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں اتری ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنے نبی ﷺ کو خبر دے دی تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ یہی بات تھی جسے آپؐ نے ظاہر نہ فرمایا اور حضرت زیدؓ کو سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو الگ نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' حضورؐ اگر اللہ کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے۔

وطر کے معنی حاجت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب زید ان سے سیر ہو گئے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے بھی میل ملاپ قائم نہ رہ سکا بلکہ طلاق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کو اپنے نبی کے نکاح میں دے دیا۔ اس لئے ولی کے ایجاب وقبول سے مہر اور گواہوں کی ضرورت نہ رہی۔ مسند احمد میں ہے' حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہا' تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت زیدؓ گئے۔ اس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زیدؓ پر ان کی عظمت اس قدر چھائی کہ سامنے پڑ کر بات نہ کر سکے۔ منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور ذکر کیا۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا' ٹھہرو! میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لوں۔ یہ تو کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں نے ان کا نکاح تجھ سے کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت حضور ﷺ بے اطلاع چلے آئے۔ پھر ولیمے کی دعوت میں آپؐ نے ہم سب کو گوشت روٹی کھلائی۔ لوگ کھا پی کر چلے گئے مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپؐ باہر نکل کر اپنی بیویوں کے حجرے کے پاس گئے۔ آپؐ انہیں سلام علیک کرتے تھے اور وہ آپؐ سے دریافت کرتی تھیں کہ فرمایئے بیوی صاحبہؓ سے خوش تو ہیں؟ مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے حضور کو خبر دی یا آپ خبر دیئے گئے کہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد آپؐ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی آپؐ کے ہمراہ تھا۔ میں نے آپؐ کے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا لیکن آپؐ نے پردہ گرا دیا اور میرے اور آپ کے درمیان حجاب ہو گیا اور پردے کی آیتیں اتریں اور صحابہؓ کو نصیحت کی گئی اور فرما دیا گیا کہ نبیؐ کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ۔

مسلم وغیرہ صحیح بخاری شریف میں ہے' حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری ازواج مطہرات سے فخراً کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کئے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔ سورۂ نور کی تفسیر میں ہم یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ حضرت زینبؓ نے کہا' میرا نکاح آسمان سے اترا اور ان کے مقابلے پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا' میری برأت کی آیتیں آسمان سے اتر۔ جس کا حضرت زینبؓ نے اقرار کیا۔

ابن جریر میں ہے' حضرت زینبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ کہا' مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ کی اور بیویوں میں نہیں۔ ایک تو یہ کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ کے نکاح میں دیا۔ تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان سفیر حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ پھر فرماتا ہے' ہم نے ان سے نکاح کرنا تیرے لئے جائز کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں جب انہیں طلاق دے دی جائے' کوئی حرج نہ رہے۔ یعنی وہ اگر چاہیں ان سے نکاح کر سکیں۔ حضورؐ نے نبوت سے پہلے حضرت زید کو اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ عام طور پر انہیں زید بن محمدؐ کہا جاتا تھا۔ قرآن نے اس نسبت سے بھی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ انہیں اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔

پھر حضرت زیدؓ نے جب حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو اللہ پاک نے انہیں اپنے نبیؐ کے نکاح میں دے کر یہ بات بھی ہٹا دی۔ جس آیت میں حرام عورتوں کا ذکر کیا ہے' وہاں بھی یہی فرمایا کہ تمہارے اپنے صلبی لڑکوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ تاکہ لے پالک لڑکوں کی لڑکیاں اس حکم سے خارج رہیں۔ کیونکہ ایسے لڑکے عرب میں بہت تھے۔ یہ امر اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکا تھا۔ اس کا ہونا حتمی' یقینی اور ضروری تھا اور حضرت زینبؓ کو یہ شرف ملنا پہلے ہی سے لکھا جا چکا تھا کہ وہ ازواج مطہرات امہات المومنین میں داخل ہوں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ﴿٣٨﴾

جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے حلال کی ہیں ان میں نبی پر کوئی حرج نہیں۔ یہی دستور الٰہی ان میں بھی رہا جو پہلے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں ○

لے پالک کی بیوی سے متعلق حکم: ☆☆ (آیت: ۳۸) فرماتا ہے کہ جب اللہ کے نزدیک اپنے لے پالک متبنٰی کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا حلال ہے پھر اس میں نبیؐ پر کیا حرج ہے؟ اگلے نبیوں پر جو جو حکم الٰہی نازل ہوتے تھے ان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ اس سے منافقوں کے اس قول کا رد کرنا ہے کہ دیکھو اپنے آزاد کردہ غلام اور لے پالک لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس اللہ کے مقدر کردہ امور ہو کر ہی رہتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ع ۶

جو اللہ کے احکام پہنچاتے رہے اور اس سے خوف کھاتے رہے اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈرے کافی ہے اللہ کفایت کرنے والا ○ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اللہ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے ○

امی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم: ☆☆ (آیت: ۳۹-۴۰) ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ کی مخلوق کو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت الٰہی کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے کسی کی سطوت و شان سے مرعوب ہو کر پیغام الٰہی کے پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کافی ہے۔ اس منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ہر اک امر میں سب کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ خیال فرمائیے کہ مشرق و مغرب کے ہر اک بنی آدم کو حضورؐ نے اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔ اور جب تک اللہ کا دین چار دانگ عالم میں پھیل نہ گیا آپؐ مسلسل مشقت کے ساتھ اللہ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپؐ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور ﷺ ساری دنیا کی طرف اللہ کے رسول بن کر آئے تھے۔ قرآن میں فرمان الٰہی ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ سلام علیہ۔ پھر آپؐ کے بعد منصب تبلیغ آپؐ کی امت کو ملا۔ ان میں سب کے سردار آپؐ کے صحابہ ہیں رضوان اللہ علیہم۔ جو کچھ انہوں نے حضورؐ سے سیکھا تھا سب کچھ بعد والوں کو سکھا دیا۔ تمام اقوال و افعال جو احوال دن اور رات کے سفر و حضر کے ظاہر و پوشیدہ دنیا کے سامنے رکھ دیئے۔ اللہ ان پر اپنی رضامندی نازل فرمائے۔ پھر ان کے بعد والے ان کے وارث ہوئے اور اسی طرح ہر بعد والے اپنے سے پہلے والوں کے وارث بنے اور اللہ کا دین ان سے

پھیلتا رہا - اور قرآن وحدیث لوگوں تک پہنچتے رہے - ہدایت والے ان کی اقتدا سے منور ہوتے رہے اور توفیق خیر والے ان کے مسلک پر چلتے رہے - اللہ کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان میں سے کر دے -

مسند احمد میں ہے' تم میں سے کوئی اپنا آپ ذلیل نہ کرے - لوگوں نے کہا' حضورؐ یہ کیسے! فرمایا خلاف شرع کام دیکھ کر لوگوں کے خوف کے مارے خاموش ہو رہے' قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے - اللہ تعالیٰ فرمائے گا' سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی پھر اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی کو حضورؐ کا صاحبزادہ کہا جائے - لوگ جو زید بن محمد کہتے تھے جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضورؐ زید کے والد نہیں - یہی ہوا بھی کہ حضورؐ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں - قاسم' طیب اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے' حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا لیکن یہ بھی دودھ پلانے کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے - آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہؓ سے چار تھیں - زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین - ان میں سے تین تو آپؐ کی زندگی میں ہی رحلت فرما گئیں - صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپؐ کے چھ ماہ بعد ہوا - پھر فرماتا ہے بلکہ آپ اللہ کے رسولؐ اور خاتم الانبیاءؐ ہیں جیسے فرمایا' اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے - یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں - اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی' رسول آپ کے بعد نہیں آئے گا - رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے - ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں - متواتر احادیث سے بھی حضورؐ کا ختم الانبیاء ہونا ثابت ہے - بہت سے صحابہؓ سے یہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں - مسند احمد میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی جہاں کچھ نہ رکھا' لوگ اسے چاروں طرف سے دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے' کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ پر کر لی جاتی - پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں - امام ترمذیؒ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے -

مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' رسالت اور نبوت ختم ہوگئی' میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی - صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ بات گراں گزری تو آپؐ نے فرمایا لیکن خوش خبریاں دینے والے - صحابہؓ نے پوچھا خوشخبریاں دینے والے کیا ہیں - فرمایا' مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہیں - یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذیؒ اسے صحیح غریب کہتے ہیں - محل کی مثال والی حدیث ابوداؤد طیالسی میں بھی ہے - اس کے آخر میں یہ ہے کہ میں اس اینٹ کی جگہ ہوں' مجھ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ختم کئے گئے - اسے بخاری و مسلم اور ترمذی بھی لائے ہیں - مسند کی اس حدیث کی ایک سند میں ہے کہ میں آیا اور میں نے اس خالی اینٹ کی جگہ پر کر دی - مسند میں ہے' میرے بعد نبوت نہیں مگر خوشخبری والے - پوچھا گیا' یا رسول اللہؐ وہ کیا ہیں؟ فرمایا' اچھے خواب یا فرمایا نیک خواب - عبدالرزاق وغیرہ میں محل کی اینٹ کی مثال والی حدیث میں' ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر محل والے سے کہتے ہیں کہ تو نے اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی؟ پس میں وہ اینٹ ہوں - صحیح مسلم شریف میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' مجھے تمام انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں' مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں - صرف رعب سے میری مدد کی گئی ہے - میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا - میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی' میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے - یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں - صحیح مسلم وغیرہ میں محل کی مثال والی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی -

مسند میں ہے' میں اللہ کے نزدیک نبیوں کا علم کرنے والا تھا اس وقت جبکہ آدمؑ پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور حدیث میں ہے' میرے کئی نام ہیں' میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں۔ تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں تلے ہوگا اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری ومسلم) حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں' ایک روز حضورؐ ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا' میں امی نبی ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں فاتح کلمات دیا گیا ہوں جو نہایت جامع اور پورے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے کتنے ہیں۔ میرا اپنی امت سے تعارف کرایا گیا ہے۔ جب تک میں تم میں ہوں' میری سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جب میں رخصت ہو جاؤں تو کتاب اللہ کو مضبوط تھام لو اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ (مسند امام احمدؒ)

اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر اس کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے رحم وکرم سے ایسے عظیم رسول ﷺ کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں ختم المرسلین اور خاتم الانبیاء بنایا اور یکسوئی والا' آسان' سچا اور سہل دین آپؐ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمتہ للعالمین نے اپنی متواتر احادیث میں یہ خبر دے دی کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپؐ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے' وہ جھوٹا' مفتری' دجال' گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی بیرنگیاں دکھائے لیکن عقلمند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب' دھوکہ اور مکاری ہے۔ یمن کے مدعی نبوت عنسی کو اور یمامہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو دیکھ لو کہ دنیا نے انہیں جیسے یہ تھے' سمجھ لیا اور ان کی اصلیت سب پر ظاہر ہو گئی۔ یہی حال ہو گا ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا کہ اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی۔ یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔ اس کی علامتوں سے بھی ہر عالم اور ہر مومن اس کا کذاب ہونا جان لے گا۔ پس یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے کہ ایسے جھوٹے دعوے داروں کو یہ نصیب ہی نہیں ہوتا کہ وہ نیکی کے احکام دیں اور برائی سے روکیں۔ ہاں جن احکام میں ان کا اپنا کوئی مقصد ہوتا ہے' ان پر بہت زور دیتے ہیں۔ ان کے اقوال' افعال افترا اور فجور والے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان باری ہے هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ الخ یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن کے پاس آتے ہیں؟ ہر ایک بہتان باز گنہگار کے پاس۔ سچے نبیوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ وہ نہایت نیکی والے' بہت سچے' ہدایت والے' استقامت والے' قول وفعل کے اچھے' نیکیوں کا حکم دینے والے' برائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ کی طرف سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ معجزوں سے اور خارق عادت چیزوں سے ان کی سچائی اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس قدر ظاہر' واضح اور صاف دلیلیں ان کی نبوت پر ہوتی ہیں کہ ہر قلب سلیم ان کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام سچے نبیوں پر قیامت تک درود وسلام نازل فرماتا رہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرتے رہا کرو ○ اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو ○ وہ تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ وہ تمہیں اندھیریوں سے اجالے کی طرف لے جا رہا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بہت ہی مہربان ہے ○ جس دن یہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ○

بہترین دعا: ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۴) بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ ہمیں اس کا بکثرت ذکر کرنا چاہیے اور اس پر بھی ہمیں نعمتو ددوں اور بڑے اجر و ثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا میں تمہیں بہتر عمل اور بہت ہی زیادہ پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ اللہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا' حضور وہ کیا ہے؟ فرمایا' اللہ عزوجل کا ذکر۔ (ترمذی' ابن ماجہ وغیرہ) یہ حدیث پہلے وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ یعنی اے اللہ تو مجھے اپنا بہت بڑا شکر گزار' فرماں بردار' بکثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا بنا دے۔ (ترمذی وغیرہ) دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ ایک نے پوچھا' سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' جو لمبی عمر پائے اور نیک اعمال کرے۔ دوسرے نے پوچھا حضورؐ احکام اسلام تو بہت سارے ہیں' مجھے کوئی چوٹی کا حکم بتا دیجئے کہ اس سے چمٹ جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا' ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ (ترمذی) فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہو یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں (مسند احمد) فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔ (طبرانی) فرماتے ہیں' جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں' وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی۔ (مسند)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہر فرض کام کی کوئی حد ہے۔ پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں نہ وہ کسی وقت ٹلتا ہے۔ ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔ کھڑے' بیٹھے' لیٹے' رات کو' دن کو' خشکی میں' تری میں' سفر میں' حضر میں' غنا میں' فقر میں' صحت میں' بیماری میں' پوشیدگی میں' ظاہر میں غرض ہر حال میں ذکر اللہ کرنا چاہیے۔ صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کرنی چاہیے۔ تم جب یہ کرو گے تو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث و آثار ہیں۔ اس آیت میں بھی بکثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے۔ بزرگوں نے ذکر اللہ اور وظائف کی بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے امام نسائیؒ' امام معمریؒ وغیرہ۔ ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے۔ صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔ جیسے فرمایا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ الخ اللہ کے لئے پاکی ہے جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو۔ اسی کے لئے حمد ہے آسمان میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت۔

پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے' وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے یعنی جب وہ تمہاری یاد رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الخ جس طرح ہم نے تم میں خود تمہی

میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔

صلوٰۃ جب اللہ کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اور قول میں ہے مراد اس سے رحمت ہے۔ اور دونوں قولوں کا انجام ایک ہی ہے۔ فرشتوں کی صلوٰۃ ان کی دعا اور استغفار ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومن بندوں کے لئے استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہر چیز کو رحمت و علم سے گھیر لیا ہے۔ اے اللہ تو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ پر چلتے ہیں۔ انہیں عذاب جہنم سے بھی نجات دے۔ انہیں ان جنتوں میں لے جا جن کا تو ان سے وعدہ کر چکا ہے اور انہیں بھی ان کے ساتھ پہنچا دے جو ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولادوں میں سے نیک ہوں انہیں برائیوں سے بچا لے۔ وہ اللہ اپنی رحمت کو تم پر نازل فرما کر اپنے فرشتوں کی دعا کو تمہارے حق میں قبول فرما کر تمہیں جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے نکال کر ہدایت و یقین کے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں مومنوں پر رحیم و کریم ہے۔ دنیا میں حق کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے اور روزیاں عطا فرماتا ہے اور آخرت میں گھبراہٹ اور ڈر خوف سے بچا لے گا۔ فرشتے آ آ کر انہیں بشارت دیں گے کہ تم جہنم سے آزاد ہو اور جنتی ہو۔ کیونکہ ان فرشتوں کے دل مومنوں کی محبت و الفت سے پر ہیں۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے۔ ایک چھوٹا بچہ رستے میں تھا۔ اس کی ماں نے ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی اور بچے کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ خیال تو فرمائیے کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ حضورؐ ان کے مطلب کو سمجھ کر فرمانے لگے قسم اللہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا۔ (مسند احمد)

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھا لیا اور اپنے کلیجے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ آپؐ نے فرمایا بتاؤ تو اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہ نے کہا ہرگز نہیں آپؐ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے اللہ کی طرف سے ان کا تحفہ جس دن یہ اس سے ملیں گے سلام ہوگا۔ جیسے فرمایا سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ قتادہؒ فرماتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرے گا۔ اس کی تائید بھی آیت دَعْوٰاهُمْ فِیْهَا الخ سے ہوتی ہے۔ اللہ نے ان کے لئے اجر کریم یعنی جنت مع اس کی تمام نعمتوں کے تیار کر رکھی ہے جن میں سے ہر نعمت کھانا پینا پہننا اوڑھنا عورتیں لذتیں منظر وغیرہ ایسی ہیں کہ آج تو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتیں چہ جائیکہ دیکھنے میں یا سننے میں آئیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ
دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ
وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ

وَكِيلًا ﴿۴۸﴾

اے نبی یقیناً ہم نے ہی تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا' آگاہ کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ O تو مومنوں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے O کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مان اور جو ایذا ان کی طرف سے پہنچے اس کا خیال بھی نہ کر اللہ پر بھروسہ کئے رہ۔ کافی ہے اللہ کام بنانے والا O

تورات میں نبی اکرم ﷺ کی صفات: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۸) عطا بن یسارؒ فرماتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں' انہی میں سے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے' اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا' ڈرانے والا' امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسولؐ ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے' نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگذر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔ (بخاری)

ابن ابی حاتم میں ہے' حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں' بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ' میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا۔ میں امیوں میں سے ایک امی کو بھیجنے والا ہوں جو نہ بدخلق ہے نہ بدگو۔ نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا۔ اس قدر سکون و امن کا حامل ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا جو حق گو ہو گا اور میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کر دوں گا اور زنگ آلود دلوں کو صاف کر دوں گا۔ ہر بھلائی کی طرف اس کی رہبری کروں گا۔ ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا۔ دل جمعی اس کا لباس ہو گی۔ نیکی اس کا وطیرہ ہو گا۔ تقویٰ اس کی ضمیر ہو گی۔ حکمت اس کی گویائی ہو گی۔ صدق و وفا اس کی عادت ہو گی۔ عفو و درگزر اس کا خلق ہو گا۔ حق اس کی شریعت ہو گی۔ عدل اس کی سیرت ہو گی۔ ہدایت اس کی امام ہو گی۔ اسلام اس کا دین ہو گا۔ احمد اس کا نام ہو گا۔ گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا۔ جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنا دوں گا۔ تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا۔ انجانوں کو مشہور و معروف کر دوں گا۔ قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے' فقیری کو امیری سے' فرقت کو الفت سے' اختلاف کو اتفاق سے بدل دوں گا۔ مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا۔ جدا گانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا۔ دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچا لوں گا۔ تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ اور افضل بنا دوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔ ہر ایک کو نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔ وہ موحد ہوں گے' مومن ہوں گے' اخلاص والے ہوں گے' رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے' سب کو سچ ماننے والے ہوں گے۔ وہ اپنی مسجدوں' مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے' بیٹھتے اٹھتے میری تسبیح' حمد وثنا' بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔ کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے۔ دشمنان الٰہی سے صفیں باندھ کر حملے کر کے جہاد کریں گے۔ ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضامندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔ منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔ تہمد آدھی پنڈلی تک باندھیں گے۔ میری راہ میں قربانیاں دیں گے۔ میری کتاب ان کے سینوں میں ہو گی۔ راتوں کو عابد اور

دنوں کو مجاہد ہوں گے۔ میں اس نبی کی اہل بیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق' شہید اور صالح لوگ پیدا کر دوں گا۔

اس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی اور حق کے ساتھ عدل وانصاف کرے گی۔ ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا اور ان کو بلانے والوں کی مدد کروں گا۔ ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا۔ میں انہیں ان کے نبیؐ کے وارث کر دوں گا جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے۔ نیکیوں کی باتیں بتائیں گے' برائیوں سے روکیں گے' نماز ادا کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' وعدے پورے کریں گے' اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پوری کروں گا جو ان سے شروع ہوئی تھی۔ یہ ہے میرا فضل جسے چاہوں دوں اور میں بہت بڑے فضل وکرم کا مالک ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جو یہ آیت اتری تو آپؐ نے انہیں فرمایا' جاؤ خوشخبریاں سنانا' نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا' سختی نہ کرنا' دیکھو مجھ پر یہ آیت اتری ہے۔ طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا' مجھ پر یہ اترا ہے کہ اے نبی ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا بنا کر اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپؐ اللہ کی وحدانیت پر کہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں' گواہ ہیں اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا یعنی ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسول گواہ ہیں۔ آپ مومنوں کو بہترین اجر کی بشارت سنانے والے اور کافروں کو بدترین عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں اور چونکہ اللہ کا حکم ہے' اس کی بجا آوری کے ماتحت آپ مخلوق کو خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی ضدی اڑ جائے تو اور بات ہے' اے نبی! کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اور ان سے درگزر کرو۔ یہ جو ایذائیں پہنچاتے ہیں' انہیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو وہ کافی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو' پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو' تمہیں کچھ نہ کچھ انہیں دے دینا چاہئے اور بھلے طریق پر انہیں رخصت کر دینا چاہئے ○

نکاح کی حقیقت: ☆☆ (آیت:۴۹) اس آیت میں بہت سے احکام ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب وقبول کے لئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اس کا اطلاق عقد ووطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مومنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو۔ اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا

کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور بہت بڑی جماعت سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ مالکؒ اور ابوحنیفہؒ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق پڑ جائے گی۔ پھر مالکؒ اور ابوحنیفہؒ میں اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں' اس پر طلاق ہے تو امام ابوحنیفہؒ تو کہتے ہیں جس سے وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔ جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں' اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا' اس عورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے۔ پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔ مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ابن آدم جس کا مالک نہ ہو' اس میں طلاق نہیں۔ اور حدیث میں ہے' جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو' وہ کسی شمار میں نہیں۔ (ابن ماجہ)

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں' اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں ان کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی پڑے گی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو اس سے پہلے ہی اگر طلاق دے دی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس کا آدھا دینا پڑے گا۔ ورنہ تھوڑا بہت دے دینا کافی ہے۔ اور آیت میں ہے وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَافَرَضۡتُمۡ یعنی اگر مہر مقرر ہو چکا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو آدھے مہر کی وہ مستحق ہے۔

اور آیت میں ارشاد ہے لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ مَالَمۡ تَمَسُّوۡهُنَّ الخ یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو یہ کچھ گناہ کی بات نہیں۔ اگر ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تم انہیں کچھ نہ کچھ دے دو۔ اپنی اپنی طاقت کے مطابق' امیر و غریب دستور کے مطابق ان سے سلوک کر دے' بھلے لوگوں پر یہ ضروری ہے۔ چنانچہ ایسا ایک واقعہ خود حضور ﷺ کے ساتھ بھی گزرا کہ آپ نے اُمیمہ بنت شرجیل سے نکاح کیا۔ یہ رخصت ہو کر آئیں۔ آپ گئے۔ ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے اسے پسند نہ کیا۔ آپ نے حضرت ابو اسیدؓ کو حکم دیا کہ ان کا سامان تیار کر دیں اور دو کپڑے ارزقیہ کے انہیں دے دیں۔ پس سراح جمیل یعنی اچھائی سے رخصت کر دینا یہی ہے کہ اس صورت میں اگر مہر مقرر ہے تو آدھا دے دے۔ اور اگر مقرر نہیں تو اپنی طاقت کے مطابق اس کے ساتھ کچھ سلوک کر دے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِىۡۤ اٰتَيۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ
وَمَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ
وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِىۡ هَاجَرۡنَ
مَعَكَ وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِىِّ اِنۡ اَرَادَ
النَّبِىُّ اَنۡ يَّسۡتَنۡكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ؁

اے نبی ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں اور تیرے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے۔ یہ اس صورت میں کہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ خاص طور پر صرف تیرے لئے ہی ہے۔ دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔ ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں احکام مقرر کر رکھے ہیں یہ اس لئے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو‘ اللہ تعالیٰ بہت بخشش اور بڑے رحم والا ہے ○

حق مہر اور بصورت علیحدگی کے احکامات: ☆☆ (آیت:۵۰) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپؐ نے اپنی جن بیویوں کو مہر ادا کیا ہے‘ وہ سب آپؐ پر حلال ہیں۔ آپ کی تمام ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔ ہاں ام المومنین حضرت حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کا مہر حضرت نجاشی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا اور اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر صرف ان کی آزادی تھی۔ خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں۔ پھر آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسی آزادی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا اور حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا‘ وہ پوری رقم آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی تمام ازواج مطہرات پر اپنی رضامندی نازل فرمائے۔ اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپؐ کے قبضے میں آئیں‘ وہ بھی آپؐ پر حلال ہیں۔ صفیہؓ اور جویریہؓ کے مالک آپ ہو گئے تھے۔ پھر آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ریحانہ بنت شمعون‘ نصریہؓ اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہؓ سے آپ کو فرزند بھی ہوا۔ جن کا نام حضرت ابراہیم تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چونکہ نکاح کے بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا‘ اس لئے اس عدل وانصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہ حق کو ظاہر کر دیا۔ نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو‘ ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے۔ پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا۔ اور چچا کی لڑکی‘ پھوپھی کی لڑکی‘ ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ عم اور خال چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خلات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے۔ جیسے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ اور جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ یہاں بھی چونکہ ظلمات اور نور یعنی اندھیرے اور اجالے کا ذکر تھا اور اجالے کو اندھیرے پر فضیلت ہے‘ اس لئے وہ لفظ ظلمات جمع لائے۔ اور لفظ نور مفرد لائے۔ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں دی جا سکتی ہیں۔

پھر فرمایا جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے‘ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں‘ میرے پاس حضور ﷺ کا مانگا آیا تو میں نے اپنی معذوری ظاہر کی جسے آپؐ نے تسلیم کر لیا اور یہ آیت اتری۔ میں ہجرت کرنے والیوں میں نہ تھی بلکہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والیوں میں تھی۔ مفسرین نے بھی یہی کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جنہوں نے مدینے کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ قتادہؒ سے ایک روایت

میں اس سے مراد اسلام لانا بھی مروی ہے۔ ابن مسعود کی قراءت میں وَ الّٰتِیۡ ھَاجَرۡنَ مَنۡ مَّعَکَ۔ پھر فرمایا' اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس اپنے نبیؐ کے لئے ہبہ کر دے اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو بے مہر دیئے اسے نکاح میں لا سکتے ہیں۔ پس یہ حکم دو شرطوں کے ساتھ ہے جیسے آیت وَ لَا یَنۡفَعُکُمۡ نُصۡحِیۡۤ اِنۡ اَرَدۡتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَکُمۡ اِنۡ کَانَ اللّٰہُ یُرِیۡدُ اَنۡ یُّغۡوِیَکُمۡ میں۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں' اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اور اگر اللہ تمہیں اس نصیحت سے مفید کرنا نہ چاہے تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتی۔

اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان میں یٰقَوۡمِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ فَعَلَیۡہِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ یعنی اے میری قوم' اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اگر تم مسلمان ہو گئے ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ پس جیسے ان دونوں آیتوں میں دو دو شرائط ہیں' اسی طرح اس آیت میں بھی دو شرائط ہیں۔ ایک تو اس کا اپنا نفس ہبہ کرنا' دوسرے آپؐ کا بھی اسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کرنا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا' میں اپنا نفس آپؐ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہیں تو ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر کہا' یا رسول اللہ اگر آپؐ ان سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو میرے نکاح میں دے دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا' تمہارے پاس کچھ ہے بھی جو انہیں مہر میں دیں؟ جواب دیا کہ اس تہمد کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا' یہ اگر تم انہیں دے دو گے تو خود بغیر تہمد کے رہ جاؤ گے' کچھ اور تلاش کرو۔ اس نے کہا' میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپؐ نے فرمایا' تلاش تو کرو گو لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ انہوں نے ہر چند دیکھ بھال کی لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپؐ نے فرمایا' قرآن کی کچھ سورتیں بھی تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا' ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' بس تو انہی سورتوں پر میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ حضرت انسؓ جب یہ واقعہ بیان کرنے لگے تو ان کی صاحبزادی بھی سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں' اس عورت میں بہت ہی کم حیا تھی۔ تو آپؐ نے فرمایا' تم سے وہ بہتر تھیں کہ حضور ﷺ کی خدمت کی رغبت کر رہی تھیں اور آپؐ پر اپنا نفس پیش کر رہی تھیں (بخاری)

مسند احمد میں ہے کہ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئیں اور اپنی بیٹی کی بہت تعریفیں کر کے کہنے لگیں کہ حضورؐ میری مراد یہ ہے کہ آپؐ اس سے نکاح کر لیں۔ آپؐ نے قبول فرما لیا۔ وہ پھر بھی تعریف کرتی رہیں یہاں تک کہ کہا' حضورؐ نہ وہ کبھی بیمار پڑیں نہ سر میں درد ہوا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا۔ پھر مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور روایت میں ہے یہ قبیلہ بنو سلیم میں سے تھیں۔ اور روایت میں ہے' یہ بڑی نیک بخت عورت تھیں۔ ممکن ہے ام سلیم ہی حضرت خولہ ہوں رضی اللہ عنہا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری کوئی عورت ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے چھ تو قریشی تھیں۔ خدیجہ' عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔ اور تین بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے میں سے تھیں اور دو عورتیں قبیلہ بنو ہلال بن عامر میں سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہی وہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی اور ایک عورت بنو ابی بکر بن کلاب سے۔ یہ وہی ہے جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا اور بنو جون میں سے ایک عورت جس نے پناہ طلب کی تھی۔ اور ایک عورت اسدیہ جن کا نام زینب بنت جحش ہے رضی اللہ عنہا۔ دو کنیزیں تھیں۔ صفیہ بنت حی بن اخطبؓ اور جویریہ بنت حارث بن عمرو بن مصطلق خزاعیہ۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت حضرت میمونہ بنت حارثؓ تھیں۔ لیکن اس میں انقطاع ہے اور یہ روایت مرسل ہے۔ یہ مشہور بات ہے کہ حضرت زینب جن کی کنیت ام المساکین تھی' یہ زینب بنت خزیمہ تھیں' قبیلہ انصار میں سے تھیں اور حضور ﷺ کی حیات میں ہی انتقال

کر گئیں - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - واللہ اعلم - مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جنہوں نے اپنے نفس کا اختیار آپ کو دیا تھا - چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور کو ہبہ کر دیتی تھیں اور تو ان میں سے جسے چاہے اس سے نہ کر اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے اور جن سے تو نے یکسوئی کر لی ہے انہیں بھی اگر تم لے آؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں - تو میں نے کہا' بس اب تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر خوب وسعت و کشادگی کر دی -

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کوئی ایسی عورت حضور ﷺ کے پاس نہ تھی جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا ہو - حضرت یونس بن بکیرؒ فرماتے ہیں' گو آپ کے لئے یہ مباح تھا کہ جو عورت اپنے تئیں آپ کو سونپ دے' آپ اسے اپنے گھر میں رکھ لیں لیکن آپؐ نے ایسا کیا نہیں - کیونکہ یہ امر آپ کی مرضی پر رکھا گیا تھا - یہ بات کسی اور کے لئے جائز نہیں - ہاں مہر ادا کر دے تو بیشک جائز ہے - چنانچہ حضرت بروع بنت واشقؓ کے بارے میں جنہوں نے اپنا نفس سونپ دیا تھا' جب ان کے شوہر انتقال کر گئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان کے خاندان کی اور عورتوں کے مثل انہیں مہر دیا جائے - جس طرح موت مہر کو مقرر کر دیتی ہے' اسی طرح صرف دخول سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے - ہاں حضورؐ اس حکم سے مستثنیٰ تھے - ایسی عورتوں کو کچھ دینا آپ پر واجب نہ تھا گو اسے شرف بھی حاصل ہو چکا ہو - اس لئے کہ آپ کو بغیر مہر کے اور بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لینے کا اختیار تھا جیسے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے قصے میں ہے -

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو بغیر ولی اور بغیر مہر کے کسی کے نکاح میں دے دے - ہاں صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ تھا - دوسرے مومنوں پر جو ہم نے مقرر کر دیا ہے' اسے ہم خوب جانتے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ بیویاں ایک ساتھ رکھ نہیں سکتے - ہاں ان کے علاوہ لونڈیاں رکھ سکتے ہیں اور ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں - اسی طرح ولی کی' مہر کی' گواہوں کی بھی شرط ہے - پس امت کا تو یہ حکم ہے اور آپ پر اس کی پابندیاں نہیں - تاکہ آپؐ پر کوئی حرج نہ ہو - اللہ بڑا غفور و رحیم ہے -

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝۵۱

ان میں سے جسے تو چاہے موقوف رکھ دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے - اور اگر تو ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلا لے جنہیں تو نے موقوف کر رکھا تھا تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں - اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تو انہیں دے دے اس پر سب کی سب راضی رہیں - تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے' اسے اللہ خوب جانتا ہے' اللہ علم اور حلم والا ہے ○

روایات واحکامات: ☆☆ (آیت:۵۱) بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر عار رکھا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور ﷺ کو ہبہ کریں اور کہتی تھیں کہ عورتیں بغیر مہر کے آپ کو حضورؐ کے حوالے کرنے میں شرماتی نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو میں نے کہا کہ آپ کا رب آپؐ کے لئے کشادگی کرتا ہے - پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد یہی عورتیں ہیں - ان کے بارے میں اللہ کے نبی کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں قبول نہ فرمائیں - پھر اس کے بعد یہ بھی آپ کے اختیار میں ہے کہ جنہیں

قبول نہ فرمایا ہو انہیں جب چاہیں نواز دیں۔ عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ جنہیں موخر کر رکھا تھا' ان میں حضرت ام شریکؓ تھیں۔ ایک مطلب اس جملے کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کی بیویوں کے بارے میں آپ کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تقسیم کریں' چاہیں نہ کریں۔ جسے چاہیں مقدم کریں' جسے چاہیں موخر کریں۔ اسی طرح خاص بات چیت میں بھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضورؐ اپنی پوری عمر برابر اپنی ازواج مطہرات میں عدل کے ساتھ برابری کی تقسیم کرتے رہے۔ بعض فقہاء شافعیہ کا قول ہے کہ حضورؐ سے مروی ہے کہ اس آیت کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی اللہ کے نبیؐ ہم سے اجازت لیا کرتے تھے۔ مجھ سے تو جب دریافت فرماتے' میں کہتی' اگر میرے بس میں ہو تو میں کسی اور کے پاس آپؐ کو ہرگز نہ جانے دوں۔ پس صحیح بات جو بہت اچھی ہے اور جس سے ان اقوال میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے' وہ یہ ہے کہ آیت عام ہے۔ اپنے نفس سونپنے والیوں اور آپ کی بیویوں کو سب کو شامل ہے۔ ہبہ کرنے والیوں کے بارے میں نکاح کرنے نہ کرنے کا اور نکاح والیوں میں تقسیم کرنے کا آپ کو اختیار تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہی حکم بالکل مناسب ہے اور ازواج رسولؐ کے لئے سہولت والا ہے۔ جب وہ جان لیں گی کہ آپؐ باریوں کے مکلف نہیں ہیں' پھر بھی مساوات قائم رکھتے ہیں تو انہیں بہت خوشی ہو گی۔ اور ممنون و مشکور ہوں گی اور آپؐ کے انصاف و عدل کی داد دیں گی۔ اللہ دلوں کی حالتوں سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسے کس کی طرف زیادہ رغبت ہے۔

مسند میں ہے کہ حضورؐ اپنے طور پر صحیح تقسیم اور پورے عدل کے بعد اللہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الہ العالمین جہاں تک میرے بس میں تھا' میں نے انصاف کر دیا۔ اب جو میرے بس میں نہیں' اس پر تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ یعنی دل کے رجوع کرنے کا اختیار مجھے نہیں۔ اللہ سینوں کی باتوں کا عالم ہے۔ لیکن حلم و کرم والا ہے۔ چشم پوشی کرتا ہے۔ معاف فرماتا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝۵۲ ع ۲

ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تجھ پر حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں چھوڑ کر اور عورتوں سے نکاح کرے اگرچہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے ○

ازواج مطہرات کا عہد وفا: ☆☆ (آیت:۵۲) پہلی آیتوں میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضورؐ کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپؐ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المومنینؓ نے دامن رسول کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں اللہ کی طرف سے دنیوی بدلہ ایک یہ بھی ملا کہ حضورؐ کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب اس کے سوا کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتے نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لا سکتے ہیں گو وہ کتنی ہی خوش شکل کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے۔ اس کے بعد پھر رب العالمین نے یہ تنگی آپؐ پر سے اٹھا لی اور نکاح کی اجازت دے دی لیکن خود حضور ﷺ نے پھر سے کوئی اور نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے میں اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضورؐ کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ کے انتقال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں (ترمذی' نسائی وغیرہ) حضرت ام سلمہؓ سے بھی مروی ہے۔ حلال کرنے والی آیت تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ الخ' ہے جو اس آیت سے پہلے گزر چکی

ہے۔ بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اسی طرح عدت وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت اس کی ناسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں' مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے' ان کے سوا اور حلال نہیں جن میں یہ صفتیں ہوں' وہ ان کے علاوہ بھی حلال ہیں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ سے سوال ہوا کہ کیا حضورؐ کی جو بیویاں تھیں' اگر وہ آپؐ کی موجودگی میں انتقال کر جائیں تو آپؐ اور عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے؟ آپؓ نے فرمایا' یہ کیوں؟ تو سائل نے لَا یَحِلُّ والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابیؓ نے فرمایا' اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں یعنی نکاحتا بیویاں' لونڈیاں' چچا کی' پھوپھیوں کی' ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں' ہبہ کرنے والی عورتیں۔ ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں جن میں یہ اوصاف نہ ہوں' وہ آپ پر حلال نہیں ہیں۔ (ابن جریر) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سوائے ان مہاجرات مومنات کے دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی آپؐ کو ممانعت کر دی گئی۔ غیر مسلم عورتوں سے نکاح حرام کر دیا گیا۔ قرآن میں ہے وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ الخ یعنی ایمان کے بعد کفر کرنے والے کے اعمال غارت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّآ اَحْلَلْنَا الخ میں عورتوں کی جن قسموں کا ذکر کیا' وہ تو حلال ہیں۔ ان کے ماسوا اور حرام ہیں۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں' ان کے سوا ہر قسم کی عورتیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ یہودیہ ہوں خواہ نصرانیہ سب حرام ہیں۔ ابو صالحؒ فرماتے ہیں کہ اعرابیہ اور انجان عورتوں سے نکاح سے روک دیئے گئے۔ لیکن جو عورتیں حلال تھیں' ان میں سے اگر چاہیں سینکڑوں کر لیں' حلال ہیں۔ الغرض آیت عام ہے ان عورتوں کو جو آپؐ کے گھر میں تھیں اور ان عورتوں کو جن کی اقسام بیان ہوئیں' سب کو شامل ہے اور جن لوگوں سے اس کے خلاف مروی ہے' ان سے اس کے مطابق بھی مروی ہے۔ لہٰذا کوئی منفی نہیں۔ ہاں اس پر ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضورؐ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دے دی تھی۔ پھر ان سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت سودہؓ کے فراق کا بھی ارادہ کیا تھا جس پر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔ اس کا جواب امام ابن جریرؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ بات یہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں' اس جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ آیت میں ان کے سوا دوسریوں سے نکاح کرنے اور انہیں نکال کر اوروں کو لانے کی ممانعت ہے نہ کہ طلاق دینے کی۔ واللہ اعلم۔ سودہؓ والے واقعہ میں آیت وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ الخ اتری ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے۔

ابو یعلی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس ایک دن آئے۔ دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کہ شاید تمہیں حضورؐ نے طلاق دے دی۔ سنو اگر رجوع ہو گیا اور پھر یہی موقعہ پیش آیا تو قسم اللہ کی میں مرتے دم تک تم سے کلام نہ کروں گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ کرنے سے اور کسی کو نکال کر اس کے بدلے دوسری کو لانے سے منع کیا ہے مگر لونڈیاں حلال رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک خبیث رواج یہ بھی تھا کہ لوگ آپس میں بیویوں کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے۔ یہ اپنی اسے دے دیتا تھا اور وہ اپنی اسے دے دیتا تھا۔ اسلام نے اس گندے طریقے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عینیہ بن حصن فزاری حضور ﷺ کے پاس آئے اور اپنی جاہلیت کی عادت کے مطابق بغیر اجازت لئے چلے آئے۔ اس وقت آپؐ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔

آپؐ نے فرمایا' تم بے اجازت کیوں چلے آئے؟ اس نے کہا واہ! میں نے تو آج تک قبیلہ مضر کے خاندان کے کسی شخص سے

اجازت مانگی ہی نہیں۔ پھر کہنے لگا' یہ آپؐ کے پاس کون سی عورت بیٹھی ہوئی تھیں؟ آپ نے فرمایا' یہ ام المومنین حضرت عائشہؓ تھیں۔ تو کہنے لگا' حضورؐ انہیں چھوڑ دیں۔ میں ان کے بدلے اپنی بیوی آپ کو دیتا ہوں جو خوبصورتی میں بے مثل ہے۔ آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنا حرام کر دیا ہے۔ جب وہ چلے گئے تو مائی صاحبہؓ نے دریافت فرمایا کہ یارسول اللہؐ یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا' ایک احمق سردار تھا۔ تم نے ان کی باتیں سنیں؟ اس پر بھی یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس روایت کا ایک راوی اسحاق بن عبداللہ بالکل گرے ہوئے درجے کا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْــــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۴

مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے' تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو۔ کھانے کے لئے بھی اجازت کے بعد جاؤ۔ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ جب بلایا جائے' جاؤ اور جب کھا چکو' نکل کھڑے ہو جایا کرو' پھر وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو' نبی کو تمہاری یہ حرکت ناگوار گذرتی ہے لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا' جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کیا کرو تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے' نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپؐ کے بعد کسی وقت بھی آپؐ کی بیویوں سے نکاح کرو' یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو اللہ تو ہر ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے ○

احکامات پردہ: ☆☆ (آیت: ۵۳-۵۴) اس آیت میں پردے کا حکم ہے اور شرعی آداب و احکام کا بیان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جو آیتیں اتری ہیں' ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بخاری و مسلم میں آپؓ سے مروی ہے کہ تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق ہی رب العالمین کے احکام نازل ہوئے۔ میں نے کہا' یارسول اللہ! اگر آپ مقام ابراہیم کو قبلہ بنائیں تو بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم اترا کہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى میں نے کہا' یارسول اللہؐ مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ گھر میں ہر کہ و مہ یعنی چھوٹا بڑا آ جائے۔ آپؐ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہوا۔ جب حضور ﷺ کی ازواج مطہرات غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سننے لگیں تو میں نے کہا' کسی غرور میں نہ رہنا' اگر حضورؐ تمہیں چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دلوائے گا۔ چنانچہ یہی آیت قرآن میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں ایک چوتھی موافقت بھی مذکور ہے' وہ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہے۔ اور

روایت میں ہے سنہ ۵ ھ ماہ ذی قعدہ میں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے۔ جو نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا اسی صبح کو پردے کی آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں یہ واقعہ سن تین ہجری کا ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں حضور ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے۔ آپؐ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی۔ پھر بھی وہ نہ اٹھے۔ یہ دیکھ کر آپؐ کھڑے ہو گئے۔ آپؐ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپؐ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انسؓ نے حضورؐ کو خبر دی۔ اب آپؐ آئے۔ گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے بھی جانا چاہا تو آپؐ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر لیا اور یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس موقعہ پر گوشت روٹی کھلائی تھی اور حضرت انسؓ کو بھیجا تھا کہ لوگوں کو بلا لائیں۔ لوگ آتے تھے۔ کھاتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ جب ایک بھی ایسا نہ بچا کہ جسے حضرت انسؓ بلاتے تو آپ کو خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اب دستر خوان بڑھا دو۔ لوگ سب چلے گئے مگر تین شخص باتوں میں لگے رہے۔ حضورؐ یہاں سے نکل کر حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمتہ اللہ برکاتہ۔ انہوں نے جواب دیا وعلیکم السلام واللہ فرمایئے حضورؐ بیوی صاحبہؓ سے خوش تو ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ اسی طرح آپؐ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور سب جگہ یہی باتیں ہوئیں۔ اب لوٹ کر جو آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں صاحب اب تک گئے نہیں۔ چونکہ آپؐ میں شرم وحیا' لحاظ ومروت بے حد تھا اس لئے آپؐ کچھ فرما نہ سکے اور پھر سے حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف چلے۔ اب نہ جانے میں نے خبر دی یا آپؐ کو خود خبر دار کر دیا گیا کہ وہ تینوں بھی چلے گئے ہیں تو آپؐ پھر آئے اور چوکھٹ میں ایک قدم رکھتے ہی آپؐ نے پردہ ڈال دیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت میں بجائے تین شخصوں کے دو کا ذکر ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپؐ کے کسی نئے نکاح پر حضرت ام سلیمؓ نے مالیدہ بنا کر ایک برتن میں رکھ کر حضرت انسؓ سے کہا' اسے اللہ کے رسولؐ کو پہنچاؤ اور کہہ دینا کہ یہ تھوڑا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول فرمایئے اور میرا سلام بھی کہہ دینا۔ اس وقت لوگ تھے بھی تنگی میں۔ میں نے جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا۔ ام المومنینؓ کا سلام پہنچایا اور پیغام بھی۔ آپؐ نے اسے دیکھا اور فرمایا' اچھا اسے رکھ دو۔ میں نے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا۔ جاؤ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ۔ بہت سے لوگوں کے نام لئے اور پھر فرمایا' ان کے علاوہ جو مسلمان مل جائے' میں نے یہی کیا۔ جو ملا اسے حضورؐ کے ہاں کھانے کے لئے بھیجتا رہا۔ واپس لوٹا تو دیکھا کہ گھر اور انگنائی اور بیٹھک سب لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ اب مجھ سے آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ وہ پیالہ اٹھا لاؤ۔ میں لایا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر دعا کی اور جو اللہ نے چاہا' آپ نے زبان سے کہا۔ پھر فرمایا۔ چلو دس دس آدمی حلقہ کر کے بیٹھ جاؤ اور ہر ایک بسم اللہ کہہ کر اپنے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔ اسی طرح کھانا شروع ہوا اور سب کے سب کھا چکے تو آپؐ نے فرمایا' پیالہ اٹھا لو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں' میں نے پیالہ اٹھا کر دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جس وقت رکھا' اس وقت اس میں زیادہ کھانا تھا یا اب؟ چند لوگ آپ کے گھر بھی ٹھہر گئے' ان میں باتیں ہو رہی تھیں اور ام المومنینؓ دیوار کی طرف منہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھیں' ان کا اتنی دیر تک نہ ہٹنا حضورؐ پر شاق گزر رہا تھا لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ فرماتے نہ تھے اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو وہ نکل جاتے لیکن وہ بے فکری سے بیٹھے ہی رہے۔ آپؐ گھر سے نکل کر دوسری ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس چلے گئے۔ پھر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے

ہیں۔ اب تو یہ بھی سمجھ گئے۔ بڑے نادم ہوئے اور جلدی سے نکل لئے۔ آپؐ اندر بڑھے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں بھی حجرے میں ہی تھا جو یہ آیت اتری اور آپؐ اس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے۔ سب سے پہلے اس آیت کو عورتوں نے سنا اور میں تو سب سے اول ان کا سننے والا ہوں۔ پہلے حضرت زینبؓ کے پاس آپ کا مانگا لے جانے کی روایت آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اس کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر لوگوں کو نصیحت کی گئی اور ہاشم کی اس حدیث میں اس آیت کا بیان بھی ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ رات کے وقت ازواج مطہرات قضائے حاجت کے لئے جنگل کو جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پسند نہ تھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس طرح نہ جانے دیجئے۔ حضورؐ اس پر توجہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نکلیں تو چونکہ فاروق اعظمؓ کی منشا یہ تھی کہ کسی طرح ازواج مطہرات کا یہ نکلنا بند ہو اس لئے انہیں ان کے قد و قامت کی وجہ سے پہچان کر بہ آواز بلند کہا کہ ہم نے تمہیں اے سودہؓ پہچان لیا۔ اس کے بعد پردے کی آیتیں اتریں۔ اس روایت میں یونہی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہؓ نکلیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت واپس آ گئیں۔ آنحضرتؐ شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک ہڈی ہاتھ میں تھی۔ آ کر واقعہ بیان کیا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی جب ختم ہوئی' اس وقت بھی وہ ہڈی ہاتھ میں ہی تھی۔ اسے چھوڑی ہی نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورتوں کی بناء پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عادت سے روکتا ہے جو جاہلیت میں اور ابتداء اسلام میں ان میں تھی کہ بے اجازت دوسرے کے گھر میں چلے جانا۔ پس اللہ تعالیٰ اس امت کا اکرام کرتے ہوئے اسے یہ ادب سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ خبردار عورتوں کے پاس نہ جاؤ (یعنی خلوت میں)۔ پھر اللہ نے انہیں مستثنیٰ کر لیا جنہیں اجازت دے دی جائے۔ تو فرمایا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ کھانے کے لئے ایسے وقت پر نہ جاؤ کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ مجاہد اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور اس کے تیار ہونے کے وقت ہی نہ پہنچو۔ جب سمجھا کہ کھانا تیار ہو گا' جا گھسے۔ یہ خصلت اللہ کو پسند نہیں۔ یہ دلیل ہے طفیلی بننے کی حرمت پر۔ امام خطیب بغدادیؒ نے اس کی مذمت میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔

پھر فرمایا جب بلایا جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جاؤ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ تم میں سے کسی کو جب اس کا بھائی بلائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہیے خواہ نکاح کی ہو یا کوئی اور۔ اور حدیث میں ہے' اگر مجھے فقط ایک کھر کی دعوت دی جائے تو بھی میں اسے قبول کروں گا۔ دستور دعوت یہ بھی بیان فرمایا کہ جب کھا چکو تو اب میزبان کے ہاں چوکڑی مار کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ وہاں سے چلے جاؤ۔ باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ جیسے ان تین شخصوں نے کیا تھا جس سے حضورؐ کو تکلیف ہوئی لیکن شرمندگی اور لحاظ سے آپؐ کچھ نہ بولے۔ اسی طرح یہ مطلب بھی ہے کہ تمہارا بے اجازت آنحضرت ﷺ کے گھروں میں چلے جانا آپؐ پر شاق گزرتا ہے لیکن آپؐ بوجہ شرم و حیا کے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف فرما رہا ہے کہ اب سے ایسا نہ کرنا۔ وہ حق حکم سے حیا نہیں کرتا۔ تمہیں جس طرح بے اجازت آپ کی بیویوں کے پاس جانا منع ہے' اسی طرح ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے۔ اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری چیز لینی دینی بھی ہو تو پس پردہ لین دین ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ مالیدہ کھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو بھی بلا لیا۔ آپ بھی کھانے بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقہؓ پہلے ہی سے کھانے میں شریک تھیں۔ حضرت عمر ازواج مطہرات کے پردے کی تمنا میں تھے۔ کھاتے ہوئے انگلیوں سے انگلیاں لگ گئیں تو بے ساختہ فرمانے لگے' کاش کہ میری مان لی جاتی اور پردہ کرایا جاتا تو کسی کی نگاہ بھی نہ پڑتی۔ اس وقت پردے کا حکم اترا۔

پھر پردے کی تعریف فرما رہا ہے کہ مردوں عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کا یہ ذریعہ ہے۔ کسی شخص نے آپؐ کی کسی بیوی سے آپؐ کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہوگا۔ اس آیت میں یہ حرام قرار دیا گیا۔ چونکہ حضورؐ کی بیویاں زندگی میں اور جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں اس لئے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا محض حرام ہے۔ یہ حکم ان بیویوں کے لئے جو آپؐ کے گھر میں آپ کے انتقال کے وقت تھیں' سب کے نزدیک اجماعاً ہے لیکن جس بیوی کو آپؐ نے اپنی زندگی میں طلاق دے دی اور اس سے میل ہو چکا ہو تو اس سے کوئی اور نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں۔ اور جس سے دخول نہ کیا ہو اور طلاق دے دی ہو' اس سے دوسرے لوگ نکاح کر سکتے ہیں۔ قیلہ بنت اشعث بن قیس حضورؐ کی ملکیت میں آ گئی تھی۔ آپؐ کے انتقال کے بعد اس نے عکرمہ بن ابوجہل سے نکاح کر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ پر یہ گراں گزرا لیکن حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ اے خلیفہ رسول یہ حضورؐ کی بیوی نہ تھی نہ اسے حضورؐ نے اختیار دیا نہ اسے پردہ کا حکم دیا اور اس کی قوم کے ارتداد کے ساتھ ہیں۔ اس کے ارتداد کی وجہ سے اللہ نے اسے حضورؐ سے بری کر دیا۔ یہ سن کر حضرت صدیقؓ کو اطمینان ہو گیا۔ پس ان دونوں باتوں کی برائی بیان فرماتا ہے کہ رسولؐ کو ایذا دینا ان کی بیویوں سے' ان کے بعد نکاح کر لینا' یہ دونوں گناہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں' تمہاری پوشیدگیاں اور علانیہ باتیں سب اللہ پر ظاہر ہیں' اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ آنکھوں کی خیانت کو' سینے میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے ارادوں کو وہ جانتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

عورتوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور عورتوں اور ملکیت کے ماتحتوں کے سامنے ہوں' عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو' اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر شاہد ہے ○ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو ○

پردہ کی تفصیلات: ☆☆ (آیت:۵۵) چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا' اس لئے جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا' ان کا بیان اس آیت میں کر دیا۔ سورۂ نور میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں' باپوں' سسروں' لڑکوں' خاوند کے لڑکوں' بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں' عورتوں اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو۔ ان کے سامنے یا کام کاج کرنے والے غیر خواہشمند مردوں یا کم سن بچوں کے سامنے۔ اس کی پوری تفسیر اس آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت شعبی اور حضرت عکرمہ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے۔ نسائھن سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں۔ جیسے کہ پہلے ان کا بیان گزر چکا ہے۔ اور حدیث بھی ہم وہیں وارد کر چکے ہیں۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں' اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے

رتی رہو۔ اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے۔ اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو۔

صلوٰۃ وسلام کی فضیلت : ☆☆ (آیت:۵۶) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو العالیہؒ سے مروی ہے کہ اللہ کا اپنے نبیؐ پر درود بھیجنا' اپنے فرشتوں کے سامنے آپؐ کی ثنا وصفت کا بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپؐ کے لئے دعا کرنا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی برکت کی دعا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ کا درود رحمت ہے۔ فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ عطاؒ فرماتے ہیں' اللہ تبارک وتعالیٰ کی صلوٰۃ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ ہے۔ مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قدر ومنزلت' عزت ومرتبت لوگوں کی نگاہوں میں بچ جائے۔ وہ جان لیں کہ خود اللہ تعالیٰ آپؐ کا ثنا خواں ہے اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپؐ پر درود وسلام بھیجا کرو تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجتماع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پوچھا تھا کہ کیا اللہ تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہی رحمت اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر بھی نازل فرماتا ہے۔ ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ الخ یعنی اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے رہا کرو۔ اور صبح شام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ وہ خود تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ اور آیت میں ہے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الخ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اِنَّا لِلّٰهِ الخ' پڑھتے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے درود نازل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنی طرف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی ایک شخص کے لئے یہ دعا مروی ہے کہ اے اللہ آل ابی اوفی پر اپنی رحمت نازل فرما۔ حضرت جابرؓ کی بیوی صاحبہ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے صلوٰۃ بھیجئے تو آپؐ نے فرمایا' اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود نازل فرمائے۔ درود شریف کے بیان کی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے تھوڑی ہم یہاں وارد کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ بخاری شریف میں ہے' آپؐ سے کہا گیا' یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں' صلوٰۃ کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے اَلتَّحِیَّاتُ کے بعد کے دونوں درود بتلائے لیکن دونوں میں وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ کا لفظ نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ کا لفظ نہیں۔ اور روایت میں پہلا درود تو پورے لفظوں کے ساتھ ہے اور دوسرا کچھ تغیر کے ساتھ۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آخر میں وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ بھی کہتے تھے۔ (ترمذی)

جس سلام کا یہاں ذکر ہے' وہ التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ہے۔ یہ التحیات آپ مثل قرآن کی سورت کے سکھایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ بھی ہے اور پچھلے درود میں قدرے تغیر ہے۔ ایک روایت میں درود کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ بعض روایتوں میں عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ کے بعد فِی الْعَالَمِیْنَ کا لفظ بھی ہے۔ ایک روایت میں سوال میں یہ لفظ بھی ہیں کہ درود نماز میں ہم کس طرح پڑھیں۔ امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہیں پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ درود کا پڑھنا اس جگہ واجب ہے۔ بعض متاخرین نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صرف انہی کا قول اور اس کے خلاف اجماع ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ صحابہؓ کی ایک جماعت نے یہی کہا ہے مثلاً حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو مسعود بدریؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ۔ تابعین میں بھی اس مذہب

کے لوگ گزرے ہیں جیسے شعبی' ابوجعفر باقر' مقاتل بن حیان وغیرہ اور شافعیہ کا تو سب کا یہی مذہب ہے۔ امام احمدؒ کا بھی آخری قول یہی ہے۔ جیسے کہ ابوزرعہ دمشقی کا بیان ہے' اسحق بن راہویہ' امام محمد بن ابراہیم فقیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ بلکہ بعض حنبلی ائمہ نے یہی کہا ہے کہ کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں کہنا واجب ہے جیسے کہ صحابہؓ کے سوال پر آپؐ نے تعلیم دی اور ہمارے بعض ساتھیوں نے تو آپؐ کی آل پر درود بھیجنا بھی واجب کہا ہے۔ الغرض درود کا نماز میں واجب ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور حدیث میں اس کی دلیل بھی موجود ہے اور سلف وخلف میں امام شافعیؒ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں۔ پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ امام صاحب ہی کا یہ قول ہے اور یہ خلاف اجماع ہے۔ اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن خزیمہ' ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ حضورﷺ سن رہے تھے۔ ایک شخص نے بغیر اللہ کی حمد وثنا کئے اور بغیر حضورؐ پر درود پڑھے اپنی نماز میں دعا کی تو آپؐ نے فرمایا' اس نے بہت جلدی کی' پھر اسے بلا کر فرمایا 'یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی تعریفیں بیان کرے' پھر درود پڑھے' پھر جو چاہے دعا مانگے۔ ابن ماجہ میں ہے 'جس کا وضو نہیں' اس کی نماز نہیں۔ جو وضو میں بِسۡمِ اللّٰهِ نہ کہے' اس کا وضو نہیں۔ جو نبی پر درود نہ پڑھے' اس کی نماز نہیں۔ جو انصار سے محبت نہ رکھے' اس کی نماز نہیں۔ لیکن اس کی سند میں عبدالمہیمن نامی راوی متروک ہے۔

طبرانی میں یہ روایت ان کے بھائی سے مروی ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے اور معروف روایت پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ مسند میں ہے کہ ہم نے کہا' حضورﷺ ہم آپ پر سلام کہنا تو جانتے ہیں' درود سکھا دیجئے تو آپؐ نے فرمایا یوں کہو اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ صَلَوَاتِكَ وَرَحۡمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى الِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلۡتَهَا عَلٰى اِبۡرَاهِيۡمَ وَالِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ۔ اس کا ایک راوی ابوداؤد اعمیٰ جس کا نام نفیع بن حارث ہے' وہ متروک ہے۔ حضرت علیؓ سے لوگوں کو اس دعا کا سکھانا بھی مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الۡمَدۡحُوَّاتِ وَبَارِيَ الۡمَسۡمُوكَاتِ وَجَبَّارَ الۡقُلُوۡبِ عَلٰى فِطۡرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيۡدِهَا اجۡعَلۡ شَرَآئِفَ صَلَوٰتِكَ وَنَوَاحِيَ بَرَكَاتِكَ وَفَضَائِلَ الَآئِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبۡدِكَ وَرَسُوۡلِكَ الۡفَاتِحِ لِمَا اُغۡلِقَ وَالۡخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالۡمُعۡلِنِ الۡحَقَّ بِالۡحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيۡشَاتِ الۡاَبَاطِيۡلِ كَمَا حُمِلَ فَاضۡطَلَعَ بِاَمۡرِكَ بِطَاعَتِكَ مُسۡتَوۡفِزًا فِيۡ مَرۡضَاتِكَ غَيۡرَ نِكۡلٍ فِيۡ قَدَمٍ وَّلَا وَهۡنٍ فِيۡ عَزۡمٍ وَاعِيًالَّوَ حِيۡكَ حَافِظًا لِّعَهۡدِكَ مَاضِيًا عَلٰى نِفَاذِ اَمۡرِكَ حَتّٰى اَوۡرٰى قَبۡسًا لِّقَابِسِ الَآءُ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهۡلِهٖ اَسۡبَابُهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الۡقُلُوۡبُ بَعۡدَ خَوۡضَاتِ الۡفِتَنِ وَالۡاِثۡمِ وَاَبۡهَجَ مُوۡضِحَاتِ الۡاَعۡلَامِ وَنَآئِرَاتِ الۡاَحۡكَامِ وَمُنِيۡرَاتِ الۡاِسۡلَامِ فَهُوَ اَمِيۡنُكَ الۡمَاۡمُوۡنُ خَازِنُ عِلۡمِكَ الۡمَخۡزُوۡنِ وَشَهِيۡدُكَ يَوۡمَ الدِّيۡنِ وَبَعِيۡثُكَ نِعۡمَةً وَّرَسُوۡلُكَ بِالۡحَقِّ رَحۡمَةً اَللّٰهُمَّ افۡسَحۡ لَهٗ فِيۡ عَدۡنِكَ وَاجۡزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الۡخَيۡرِ مِنۡ فَضۡلِكَ لَهٗ مُهَنَّاتٍ غَيۡرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنۡ فَوۡزِ ثَوَابِكَ الۡمَعۡلُوۡلِ وَجَزِيۡلِ عَطَائِكَ الۡمَحۡلُوۡلِ اَللّٰهُمَّ اَعۡلِ عَلٰى بِنَآءِ النَّاسِ بِنَآءَهٗ وَاَكۡرِمۡ مَّثۡوَاهُ لَدَيۡكَ وَنُزُلَهٗ وَاَتۡمِمۡ لَهٗ نُوۡرَهٗ وَاجۡزِهٖ مِنِ ابۡتِعَاثِكَ لَهٗ مَقۡبُوۡلَ الشَّهَادَةِ مَرۡضِيَّ الۡمَقَالَةِ ذَا مَنۡطِقٍ عَدۡلٍ وَّخُطَّةٍ فَصۡلٍ وَّحُجَّةٍ وَبُرۡهَانٍ عَظِيۡمٍ۔

مگر اس کی سند ٹھیک نہیں اس کا راوی سلامہ کندی نہ تو معروف ہے نہ اس کی ملاقات حضرت علی سے ثابت ہیں۔ ابن ماجہ میں ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں' جب تم حضورﷺ پر درود بھیجو تو بہت اچھا درود پڑھا کرو۔ بہت ممکن ہے کہ تمہارا یہ درود حضورؐ پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا' پھر آپ ہی ہمیں کوئی ایسا درود سکھایئے آپؓ نے فرمایا بہتر ہے یہ پڑھو اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ صَلٰوتَكَ وَرَحۡمَتَكَ وَبَرَكَتَكَ عَلٰى سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَاِمَامِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَخَاتِمِ النَّبِيِّيۡنَ مُحَمَّدٍ عَبۡدِكَ وَرَسُوۡلِكَ اِمَامِ الۡخَيۡرِ وَقَائِدِ الۡخَيۡرِ

وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اس کے بعد التحیات کے بعد کے دونوں درود ہیں۔ یہ روایت بھی موقوف ہے۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یونس بن خباب نے اپنے فارس کے ایک خطبے میں اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر لوگوں کے درود کے طریقے کے سوال کو بیان فرما کر حضور ﷺ کے جواب میں وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا رَحِمْتَ اٰلَ اِبْرَاھِیْمَ کو بھی بیان فرمایا ہے۔ اس سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے رحم کی دعا بھی ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی دعا میں کہا تھا' اے اللہ مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا' تو نے بہت ہی زیادہ کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔ قاضی عیاضؒ نے جمہور مالکیہ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ ابو محمد بن ابوزید بھی اس کے جواز کی طرف گئے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ جب تک کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے بھی اس کے لئے دعائے رحم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ کمی کرو یا زیادتی کرو۔ (ابن ماجہ) فرماتے ہیں سب سے قریب روز قیامت مجھ سے وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرتا تھا۔ (ترمذی)

فرمان ہے' مجھ پر جو ایک مرتبہ درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا' پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود میں ہی خرچ کروں گا۔ فرمایا جیسی تیری مرضی۔ اس نے کہا' پھر میں دو تہائیاں کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا' اگر چاہے۔ اس نے کہا پھر تو میں اپنا سارا وقت اس کے لئے ہی کر دیتا ہوں آپؐ نے فرمایا' اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات دے دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔ (ترمذی) ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آدھی رات کو حضورؐ باہر نکلتے اور فرماتے ہیں' ہلا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی بھی ہے۔ حضرت ابیؓ نے ایک مرتبہ کہا' حضورؐ میں رات کو کچھ نماز پڑھا کرتا ہوں۔ تو اس کا تہائی حصہ آپؐ پر درود پڑھتا رہوں؟ آپؐ نے فرمایا' آدھا حصہ۔ انہوں نے کہا' آدھا کرلوں؟ فرمایا دو تہائی' کہا اچھا میں پورا وقت اسی میں گزاروں گا۔ آپؐ نے فرمایا' تب تو اللہ تیرے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ اسی روایت کی ایک اور سند میں ہے' دو تہائی رات گزرنے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا' لوگو اللہ کی یاد کرو۔ لوگو ذکر الٰہی کرو۔ دیکھو کپکپا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آ رہی ہے۔ موت اپنے ساتھ کی کل مصیبتوں اور آفتوں کو لئے ہوئے چلی آ رہی ہے۔ حضرت ابیؓ نے کہا' یارسول اللہؐ میں آپ پر بکثرت درود پڑھتا ہوں۔ پس کتنا وقت اس میں گزاروں؟ آپؐ نے فرمایا' جتنا تو چاہے۔ کہا چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرو تو اور اچھا ہے۔ کہا آدھا؟ تو یہی جواب دیا۔ پوچھا دو تہائی تو یہی جواب ملا۔ کہا تو بس میں سارا ہی وقت اس میں گزاروں گا۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تجھے تیرے تمام ہم و غم سے بچالے گا۔ اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔ (ترمذی)

ایک شخص نے آپ سے کہا حضورؐ' اگر میں اپنی تمام تر صلوٰۃ آپ ہی پر کردوں تو؟ آپؐ نے فرمایا' دنیا اور آخرت کے تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ (مسند احمد) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں' آپؐ ایک مرتبہ گھر سے نکلے۔ میں ساتھ ہولیا' آپ کھجوروں کے ایک باغ میں گئے' وہاں جا کر سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا' اس قدر دیر لگائی کہ مجھے تو یہ کھٹکا گزرا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو۔ قریب جا کر غور سے دیکھنے لگا' اتنے میں آپؐ نے سر اٹھایا' مجھ سے پوچھا' کیا بات ہے؟ تو میں نے اپنی حالت ظاہر کی۔ فرمایا بات یہ تھی کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا' تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ جناب باری عزاسمہ فرماتا ہے' جو تجھ پر درود بھیجے گا' میں بھی اس پر درود بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا' میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔ (مسند احمد بن حنبلؒ)

اور روایت میں ہے کہ یہ سجدہ اس امر پر اللہ کے شکریئے کا تھا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے کسی کام کے لئے نکلے۔ کوئی نہ تھا جو آپؐ

کے ساتھ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے پیچھے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں' دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر فرمایا' تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدے میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ سنو میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور فرمایا آپ کی امت میں سے جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا' اللہ اس پر دس رحمتیں اتارے گا۔ اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ (طبرانی)

ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہؓ کے پاس آئے۔ چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحابہؓ نے سبب دریافت کیا' فرمایا' ایک فرشتے نے آ کر مجھے یہ بشارت دی کہ میرا امتی جب مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر اتریں گی۔ اسی طرح ایک سلام کے بدلے دس سلام۔ (نسائی) اور روایت میں ہے کہ ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی' دس گناہ معاف ہوں گے' دس درجے بڑھیں گے اور اسی کے مثل اس پر لوٹایا جائے گا۔ (مسند) جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسلم وغیرہ) فرماتے ہیں' مجھ پر درود بھیجا کرو۔ وہ تمہارے لئے زکوٰۃ ہے اور میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔ وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جو ایک شخص کو ہی ملے گا۔ کیا عجب کہ وہ میں ہی ہوں۔ (احمد) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے کہ حضور ﷺ پر جو درود بھیجتا ہے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر درود بھیجتے ہیں۔ اب جو چاہے کم کرے اور جو چاہے اس میں زیادتی کرے۔ سنو ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس آئے۔ ایسے کہ گویا کوئی کسی کو رخصت کر رہا ہو۔ تین بار فرمایا کہ میں امی نبی محمدؐ ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھے نہایت کھلا' بہت جامع اور ختم کر دینے والا کلام دیا گیا ہے۔ مجھے جہنم کے داروغوں کی' عرش کے اٹھانے والوں کی گنتی بتا دی گئی ہے۔ مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے اور مجھے اور میری امت کو عافیت عطا فرمائی گئی ہے۔ جب تک میں تم میں موجود ہوں' سنتے اور مانتے رہو۔ جب مجھے میرا رب لے جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھنا۔ (مسند احمد) فرماتے ہیں' جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے' اسے چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ ایک مرتبہ کے درود بھیجنے سے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (ابوداؤد طیالسی) ایک درود دس رحمتیں دلواتا ہے اور دس گناہ معاف کراتا ہے۔ (مسند) بخیل ہے وہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ (ترمذی) اور روایت میں ہے' ایسا شخص سب سے بڑا بخیل ہے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے' انسان کو یہ بخل کافی ہے کہ میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ فرماتے ہیں' وہ شخص برباد ہوا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ برباد ہوا جس کی زندگی میں رمضان آیا اور نکل جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ یہ بھی برباد ہوا جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پالیا' پھر بھی انہوں نے اسے جنت میں نہ پہنچایا۔ (ترمذی)

یہ حدیثیں دلیل ہیں اس امر پر کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ جیسے طحاوی حلیمی وغیرہ۔ ابن ماجہ میں ہے' جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا' اس نے جنت کی راہ سے خطا کی۔ یہ حدیث دوسری سند سے مرسل راوی ہے۔ لیکن پہلی احادیث سے اس کی پوری تقویت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں' مجلس میں ایک دفعہ تو واجب ہے پھر مستحب ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے' جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کے ذکر اور درود کے بغیر اٹھ کھڑے ہوں' وہ مجلس قیامت کے دن ان پر وبال ہو جائے گی۔ اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب کرے چاہے معاف کر دے اور روایت میں ذکر اللہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ گو وہ جنت میں جائیں لیکن محرومی ثواب کے باعث انہیں سخت افسوس رہے گا۔ بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپؐ پر درود واجب ہے۔ پھر مستحب ہے تاکہ آیت کی تعمیل ہو جائے۔ قاضی عیاضؒ نے حضورؐ پر درود بھیجنے کے وجوب کو بیان فرما کر اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن طبریؒ فرماتے ہیں کہ آیت سے تو استحباب ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا مطلب بھی یہی ہو کہ ایک مرتبہ واجب پھر مستحب

جیسے آپ کی نبوت کی گواہی۔ لیکن میں کہتا ہوں بہت سے ایسے اوقات ہیں جن میں حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا ہے لیکن بعض وقت واجب ہے۔ اور بعض جگہ واجب نہیں۔ چنانچہ (۱) اذان سن کر۔ دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے۔ جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہو تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا۔ پھر میرے لئے وسیلہ مانگو جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں سنو جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔ پہلے درود کے زکوٰۃ ہونے کی حدیث میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقْتَرَبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی۔ (مسند) ابن عباسؓ سے دعا منقول ہے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدِ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

(۲) مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کے وقت۔ چنانچہ مسند میں ہے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں جب آنحضرت ﷺ مسجد میں جاتے تو درود و سلام پڑھ کر اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو درود و سلام کے بعد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جب مسجدوں میں جاؤ تو نبی ﷺ پر درود پڑھا کرو۔

(۳) نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا درود۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ ہاں اول تشہد میں اسے کسی نے واجب نہیں کہا۔ البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعیؒ کا ہے۔ گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہی سے مروی ہے۔

(۴) جنازے کی نماز میں آپؐ پر درود پڑھنا۔ چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔ دوسری میں درود پڑھے۔ تیسری میں میت کے لئے دعا کرے چوتھی میں اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ الخ پڑھے۔ ایک صحابیؓ کا قول ہے کہ مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سے سورۂ الحمد پڑھے۔ پھر حضورؐ پر درود بھیجے اور جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے۔ اور تکبیروں میں کچھ نہ پڑھے۔ پھر آہستہ سلام پھیر دے۔ (نسائی)

(۵) عید کی نماز میں۔ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت حذیفہؓ کے پاس آ کر ولید بن عقبہ کہتا ہے عید کا دن ہے۔ بتلاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبداللہؓ نے فرمایا تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ کی حمد کر۔ اپنے نبیؐ پر درود بھیج۔ دعا مانگ۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر قراءت کر۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر۔ پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضورؐ پر صلوٰۃ پڑھ اور دعا کر اور تکبیر کہہ اور اسی طرح کر۔ پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ نے بھی اس کی تصدیق کی۔

(۶) دعا کے خاتمے پر۔ ترمذی میں حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دعا آسمان و زمین میں معلق رہتی ہے یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔ ایک روایت مرفوع بھی اسی طرح کی آئی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دعا کے اول میں درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے کہ مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کر لو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے۔ اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کر لیا پیاس لگی تو پانی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتداء میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔ خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں مجھے حضورؐ نے کچھ کلمات سکھائے

جنہیں میں وتروں میں پڑھا کرتا ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ (اہل السنن) نسائی کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ۔

(۷) جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں۔ مسند احمد میں ہے' سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے۔ اسی میں قبض کئے گئے۔ اسی میں نفخہ ہے' اسی میں بیہوشی ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا' آپ تو زمین میں دفنا دیئے گئے ہوں گے۔ پھر ہمارے درود آپؐ پر کیسے پیش کئے جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ ابوداؤد ونسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن ماجہ میں ہے' جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھو' اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے' اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ فارغ ہو۔ پوچھا گیا۔ موت کے بعد بھی؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے۔ نبی اللہ زندہ ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس میں انقطاع ہے۔ عبادہ بن نسی نے حضرت ابوالدرداءؓ کو پایا نہیں۔ واللہ اعلم۔ بیہقی میں بھی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بکثرت درود بھیجو۔ لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے' اس کا جسم زمین نہیں کھاتی جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے۔

(۸) اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے۔ اس کے بغیر صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے۔ پس ذکر رسول بھی واجب ہوگا۔ جیسے اذان ونماز۔ شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے۔ (۹) آپؐ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ابوداؤد میں ہے' جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے' اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ ابوداؤد میں ہے' اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس میلہ نہ لگاؤ۔ ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ قاضی اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب فضل الصلوۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ ایک شخص ہر صبح روضہ رسولؐ پر آتا تھا اور درود و سلام پڑھتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علی نے کہا' تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضورؐ پر سلام کرنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا' سنو میں تمہیں ایک حدیث سناؤں' میں نے اپنے باپ سے' انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ۔ جہاں کہیں تم ہو۔ وہیں سے مجھ پر درود و سلام بھیجو۔ وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں''۔ اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام مذکور نہیں۔ اور سند سے یہ روایت مرسل مروی ہے۔ حسن بن حسن بن علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپؐ کی قبر کے پاس کچھ لوگوں کو دیکھ کر انہیں یہ حدیث سنائی کہ آپؐ کی قبر پر میلہ لگانے سے آپؐ نے روک دیا ہے۔ ممکن ہے ان کی کسی بے ادبی کی وجہ سے یہ حدیث آپ کو سنانے کی ضرورت پڑی ہو مثلاً وہ بلند آواز سے بول رہے ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضورؐ کے روضہ پر پے در پے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہے' جہاں کہیں تم ہو' وہیں سے سلام بھیجو۔ تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔

طبرانی میں ہے' حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خاص راز ہے اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو میرے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں' جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں' اللہ تجھے بخشے اور خود اللہ اور اس کے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ مسند احمد میں ہے' اللہ تعالیٰ

کے فرشتے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں۔ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔

(۱۰) ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک پکارے تو اسے بھی درود پڑھنا چاہیے۔ دارقطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق کا فرمان مروی ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا۔ صحیح سند سے حضرت فاروق اعظمؓ کا قول مروی ہے کہ جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو' مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر صفا پر چڑھو اتنا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے۔ وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو اور ان کے درمیان اللہ کی حمد وثنا بیان کرو اور درود پڑھو۔ اور اپنے لئے دعا کرو۔ پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔

(۱۱) ہمارے ساتھیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ذبح کے وقت بھی اللہ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہیے۔ آیت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے انہوں نے تائید چاہی ہے کیونکہ اس کی تفسیر میں ہے کہ جہاں اللہ کا ذکر کیا جائے' وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔ جمہور اس کے مخالف ہیں' وہ کہتے ہیں یہاں صرف ذکر اللہ کافی ہے۔ جیسے کھانے کے وقت اور جماع کے وقت وغیرہ وغیرہ۔ کہ ان اوقات میں درود کا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے' اگر اس کی اسناد صحیح ثابت ہو جائے تو صحیح ابن خزیمہ میں ہے جب تم میں سے کسی کے کان میں سرسراہٹ ہو تو مجھے ذکر کر کے درود پڑھے اور کہے کہ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا' اسے اللہ بھی یاد کرے۔ اس کی سند غریب ہے اور اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

مسئلہ: ☆☆ اہل کتابت اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ کاتب جب کبھی حضورؐ کا نام لکھے صلی اللہ علیہ وسلم لکھے۔ ایک حدیث میں ہے' جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے' اس کے درود کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ کتاب رہے۔ لیکن کئی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام ذہبیؒ کے استاد تو اسے موضوع کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے طریق سے مروی ہے لیکن ایک سند بھی صحیح نہیں۔ امام خطیب بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب آداب الراوی والسامع میں لکھتے ہیں' میں نے امام احمدؒ کی دستی لکھی ہوئی کتاب میں بہت جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام دیکھا جہاں درود لکھا ہوا نہ تھا۔ آپ زبانی درود پڑھ لیا کرتے تھے۔ فصل ☆☆ نبیوں کے سوا غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنا اگر تبعاً ہو تو بے شک جائز ہے۔ جیسے حدیث میں ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ ہاں صرف غیر نبیوں پر صلوٰۃ بھیجنے میں اختلاف ہے۔ بعض تو اسے جائز بتاتے ہیں اور دلیل میں آیت هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ الخ اور اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ اور وَصَلِّ عَلَيْهِمْ پیش کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپؐ فرماتے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِمْ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں "جب میرے والد آپؐ کے پاس اپنا صدقے کا مال لائے تو آپؐ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِىْ اَوْفٰى" بخاری ومسلم۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا' یارسول اللہ مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰت بھیجئے تو آپؐ نے فرمایا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ لیکن جمہور علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے سوا اوروں پر خاصتاً صلوٰۃ بھیجنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا استعمال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس قدر بکثرت ہو گیا ہے کہ سنتے ہی ذہن میں یہی خیال آتا ہے کہ یہ نام کسی نبی کا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ مثلاً ابوبکر صلی اللہ علیہ یا علی صلی اللہ علیہ نہ کہا جائے گو معنی اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے محمد عزوجل نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ ذی عزت اور ذی مرتبہ آپ بھی ہیں اس لئے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مشہور ہو

چکے ہیں- اور کتاب وسنت میں صلوٰۃ کا جو استعمال غیر انبیاء کے لئے ہوا ہے وہ بطور دعا کے ہے اسی وجہ سے آل ابی اوفی کو اس کے بعد کسی نے ان الفاظ سے یاد نہیں کیا نہ حضرت جابر اور ان کی بیوی کو- یہی مسلک ہمیں بھی اچھا لگتا ہے واللہ اعلم-

بعض ایک اور وجہ بھی بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ غیر انبیاء کے لئے یہ الفاظ صلوٰۃ استعمال کرنا بد دینوں کا شیوہ ہو گیا ہے- وہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں- پس ان کی اقتدا ہمیں نہ کرنی چاہیے- اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجے کی ہے- حرمت کے طور پر یا کراہیت کے طور پر یا خلاف اولیٰ- صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے- اس لئے کہ بدعتیوں کا طریقہ ہے جس پر ہمیں کاربند ہونا ٹھیک نہیں- اور مکروہ وہی ہوتا ہے جس میں نہی مقصود ہو- زیادہ تر اعتبار اس میں اسی پر ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ سلف میں نبیوں پر ہی بولا جاتا رہا جیسے کہ عزوجل کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بولا جاتا رہا- اب رہا سلام سو اس کے بارے میں شیخ ابو محمد جوینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے- پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور جو نبی نہ ہو اس کے لئے خاصتاً اسے بھی نہ بولا جائے- پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے- زندوں اور مردوں کا یہی حکم ہے- ہاں جو سامنے موجود ہو اس سے خطاب کر کے سلام علیك یا سلام علیکم یا السلام علیك یا علیکم کہنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے- یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے- یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معنی اس میں کوئی حرج نہ ہو لیکن اس سے اور صحابہؓ کی جناب میں ایک طرح کی سوء ادبی پائی جاتی ہے- ہمیں سب صحابہؓ کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہیے- یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لئے حضرت علیؓ سے زیادہ مستحق ان کے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں-

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ نہ بھیجنی چاہیے- ہاں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہیے- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ بعض لوگ آخرت کے اعمال سے دنیا کے جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور بعض مولوی واعظ اپنے خلیفوں اور امیروں کے لئے صلوٰۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے- جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو انہیں کہہ دینا کہ صلوٰۃ صرف نبیوں کے لئے کہیں اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں- حضرت کعبؓ کہتے ہیں' ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر قبر رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر سمیٹ کر حضورؐ کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور ستر ہزار رات کو آتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے دن جب آپ کی قبر مبارک شق ہو گی تو آپؐ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے- (فرع) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ پر صلوٰۃ و سلام ایک ساتھ بھیجنے چاہیں- صرف صلی اللہ علیہ وسلم یا صرف علیہ السلام نہ کہے- اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے- پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما-

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ع ۷

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں' ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب تیار ہیں- جو لوگ مومن مردوں اور

مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو وہ بڑے ہی بہتان باز اور کھلم کھلا گنہگار ہیں ○

ملعون و معذب لوگ: ☆☆ (آیت: ۵۷-۵۸) جو لوگ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اس کے روکے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کر رہے ہیں اور اس کے رسولؐ کے ذمے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں' وہ ملعون اور معذب ہیں۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں' اس سے مراد تصویریں بنانے والے ہیں۔ بخاری و مسلم میں فرمان رسولؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے' وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں ہوں۔ میں ہی دن رات کا تغیر و تبدل کر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے' ہائے زمانے کی ہلاکی' اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یوں کیا۔ پس اللہ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر کے پھر زمانے کو برا کہتے تھے تو گویا افعال کے فاعل یعنی خود اللہ کو برا کہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جب حضورؐ نے نکاح کیا تو اس پر بھی بعض لوگوں نے باتیں بنانا شروع کی تھیں۔ بقول ابن عباسؓ یہ آیت اس بارے میں اتری۔ آیت عام ہے۔ کسی طرح بھی اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دے' وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ اللہ کو ایذا دینی گویا اللہ کو ایذا دینی ہے۔ جس طرح آپؐ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ دیکھو اللہ کو بیچ میں رکھ کر تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحابؓ کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا۔ میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا۔ ان سے بغض و بیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے۔ انہیں جس نے ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی' یقین مانو کہ اللہ اس کی بھوسی اڑا دے گا۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ جو لوگ ایمانداروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں' وہ بڑے بہتان باز ہیں اور زبردست گنہگار ہیں۔ اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں۔

پھر رافضی شیعہ جو صحابہؓ پر عیب گیری کرتے ہیں اور اللہ نے جن کی تعریفیں کی ہیں' یہ انہیں برا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ انصار و مہاجرین سے خوش ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح و ستائش موجود ہے۔ لیکن یہ بے خبر کند ذہن انہیں برا کہتے ہیں' ان کی مذمت کرتے ہیں۔ اور ان میں وہ باتیں بتاتے ہیں جن سے وہ بالکل الگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کے دل اوندھے ہو گئے ہیں اس لئے ان کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں۔ قابل مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں۔ حضورؐ سے سوال ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپؐ فرماتے ہیں' تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہو۔ آپؐ سے سوال ہوا کہ اگر وہ بات اس میں ہو تب؟ آپؐ نے فرمایا' جبھی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے۔ (ترمذی) ایک مرتبہ آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے سوال کیا کہ سب سے بڑی سود خوری کیا ہے؟ انہوں نے کہا' اللہ جانے اور اللہ کا رسولؐ۔ آپؐ نے فرمایا' سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک کسی مسلمان کی آبروریزی کرنا ہے۔ پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝٥٩

اے نبی اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو

جایا کرے گی۔ پھر نہ ستائی جائیں گی' اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ○

تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل کون؟ ☆☆ (آیت:۵۹) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ تسلیما کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرما دیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیونکہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تا کہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے۔ جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنی دوپٹیا کے اوپر ڈالتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کاج کے لئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں' اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں' صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ امام محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے۔ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا تک ڈھانپ لے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں' اس آیت کے اترنے کے بعد انصارؓ کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لکی چھپی چلتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرند ہیں۔ سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔ حضرت زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں؟ خواہ خاوندوں والیاں ہوں یا بے خاوند کی ہوں؟ فرمایا' دوپٹیا تو ضرور اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تا کہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت و عزت کی وجہ سے۔ کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی' اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدیؒ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔ پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی' جب تم اللہ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرما لے گا اور تم پر مہر و کرم کرے گا۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ
فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا
تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾

اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینے کے وہ لوگ جو غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کی تباہی پر مسلط کر دیں گے۔ پھر تو وہ چند دن ہی تیرے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے ○ ان پر پھٹکار برسائی گئی' جہاں بھی مل جائیں پکڑ دکڑ اور خوب مار پیٹ کی جائے ○ ان سے اگلوں میں بھی اللہ کا یہی دستور جاری رہا' تو اللہ کے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائے گا ○

(آیت: ۶۰-۶۲) پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق لوگ اور بدکار لوگ اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی باز نہ آئے اور حق کے طرفدار نہ ہوئے تو ہم اے نبیؐ تجھے ان پر غالب اور مسلط کر دیں گے۔ پھر تو وہ مدینے میں ٹھہر ہی نہیں سکیں گے۔ بہت جلد تباہ کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت کے گزریں گے' وہ بھی لعنت و پھٹکار میں' ذلت اور مار میں گزریں گے۔ ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے' راندۂ درگاہ ہو جائیں گے' جہاں جائیں گے گرفتار کیے جائیں گے اور بری طرح قتل کیے جائیں گے۔ ایسے کفار و منافقین پر جبکہ وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں' مسلمانوں کو غلبہ دینا ہماری قدیمی سنت ہے جس میں نہ کبھی تغیر و تبدل ہوا نہ اب ہو۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ
اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ
لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ
فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾
وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا
السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ
لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ ع ۱۰

لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں' تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ تجھے کیا خبر۔ بہت ممکن ہے کہ قیامت بالکل ہی قریب ہو ○ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے ○ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے' کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے ○ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ حسرت وافسوس سے کہیں گے کہ کاش کہ ہم اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ○ اور کہیں گے' اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا ○ پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما ○

قیامت قریب تر سمجھو: ☆☆ (آیت: ۶۳-۶۸) لوگ یہ سمجھ کر کہ قیامت کب آئے گی' اس کا علم حضور ﷺ کو ہے' آپؐ سے سوال کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سب کو اپنے نبی کی زبانی معلوم کرا دیا کہ اس کا مطلق مجھے علم نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان ہے اور اس سورت میں بھی۔ پہلی سورت مکے میں اتری تھی۔ یہ سورت مدینے میں نازل ہوئی۔ جس سے ظاہر کرا دیا گیا کہ ابتدا سے انتہا تک قیامت کے صحیح وقت کی تعیین آپ کو معلوم نہ تھی۔ ہاں اتنا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معلوم کرا دیا تھا کہ قیامت کا وقت ہے قریب۔ جیسے اور آیت میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ اور آیت میں ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ اور اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ وغیرہ' اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ ان پر اپنی ابدی لعنت فرمائی ہے۔

دار آخرت میں ان کے لئے آگ جہنم تیار ہے جو بڑی بھڑکنے والی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ کبھی نکل سکیں نہ چھوٹ

سکیں اور وہاں نہ کوئی اپنا فریادرس پائیں گے نہ کوئی دوست و مددگار جو انہیں چھڑا لے یا بچا سکے' یہ جہنم میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم اللہ و رسولؐ کے تابعدار ہوتے۔ میدان قیامت میں بھی ان کی یہی تمنائیں رہیں گی۔ ہاتھ کو چباتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم قرآن و حدیث کے عامل ہوتے۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے قرآن و حدیث سے بہکا دیا۔ فی الواقع شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا ہے۔ اور آیت میں ہے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ عنقریب کفار آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ مسلمان ہوتے' اس وقت کہیں گے کہ اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے علماء کی پیروی کی۔ امراء اور مشائخین کے پیچھے لگے رہے۔ رسولوں کا خلاف کیا اور یہ سمجھا کہ ہمارے بڑے راہ راست پر ہیں۔ ان کے پاس حق ہے۔ آج ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ کچھ نہ تھے۔ انہوں نے تو ہمیں بہکا دیا' پروردگار تو انہیں دوہرا عذاب کر۔ ایک تو ان کے اپنے کفر کا' ایک ہمیں برباد کرنے کا۔ اور ان پر بدترین لعنت نازل کر۔ ایک قراءت میں كَبِيرًا کے بدلے كَثِيرًا ہے۔ مطلب دونوں کا یکساں ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی دعا کی درخواست کی جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپؐ نے یہ دعا تعلیم فرمائی اَللّٰهُمَّ اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَّاِنَّهٗ وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ یعنی اے اللہ میں نے بہت سے گناہ کیے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا۔ پس تو اپنی خصوصی بخشش سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ تو بڑا ہی بخشش کرنے والا اور مہربان ہے۔ اس حدیث میں بھی ظُلْمًا كَثِيرًا اور كَبِيرًا دونوں ہی مروی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دعا میں كَثِيرًا كَبِيرًا دونوں لفظ ملا لے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ ٹھیک یہ ہے کہ کبھی کثیرا کہے کبھی کبیرا دونوں لفظوں میں سے جسے چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن دونوں کو جمع نہیں کر سکتا' واللہ اعلم۔ حضرت علیؓ کا ایک ساتھی آپ کے مخالفین سے کہہ رہا تھا کہ تم اللہ کے ہاں جا کر یہ کہو گے کہ ربنا انا اطعنا الخ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ
اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾

ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی۔ جو داغ وہ لگاتے تھے اللہ نے انہیں اس سے بری کر دیا۔ وہ اللہ کے نزدیک ذی عزت تھے ○

موسیٰ علیہ السلام کا مزاج: ☆☆ (آیت:۶۹) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ بہت ہی شرمیلے اور بڑے لحاظ دار تھے۔ یہی مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا۔ کتاب التفسیر میں تو امام صاحبؒ اس حدیث کو اتنی ہی مختصر لائے ہیں۔ لیکن احادیث انبیاء کے بیان میں اسے مطول لائے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بوجہ سخت حیا و شرم کے اپنا بدن کسی کے سامنے ننگا نہیں کرتے تھے۔ بنو اسرائیل آپؑ کی ایذا کے درپے ہو گئے اور یہ اڑا دیا کہ چونکہ ان کے جسم پر برص کے داغ ہیں یا ان کے بیضے بڑھ گئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے' اس وجہ سے یہ اس قدر پردے داری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ بدگمانی آپ سے دور کر دے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے' ایک پتھر پر آپ نے کپڑے رکھ دیئے تھے' جب غسل سے فارغ ہو کر آئے' کپڑے لینے چاہے تو پتھر آگے کو سرک گیا۔ آپ اپنی لکڑی لئے اس کے پیچھے گئے' وہ دوڑنے لگا۔ آپ بھی اے پتھر میرے کپڑے میرے کپڑے کرتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے۔ بنی اسرائیل کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جب آپ وہاں تک پہنچ گئے تو اللہ کے حکم سے پتھر ٹھہر گیا۔ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے۔ بنو اسرائیل نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور جو فضول باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں' ان سے اللہ نے اپنے نبی کو

بری کر دیا - غصے میں حضرت موسیٰؑ نے تین یا چار پانچ لکڑیاں پتھر پر ماری تھیں - رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' واللہ لکڑیوں کے نشان اس پتھر پر پڑ گئے - اسی برات وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے - یہ حدیث مسلم میں نہیں - یہ روایت بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں ہے - بعض روایتیں موقوف بھی ہیں -

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پہاڑ پر گئے تھے جہاں حضرت ہارونؑ کا انتقال ہو گیا - لوگوں نے حضرت موسیٰ کی طرف بدگمانی کی اور آپ کو ستانا شروع کیا - پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ اسے اٹھالائے اور بنو اسرائیل کی مجلس کے پاس سے گزرے - اللہ نے اسے زبان دی اور قدرتی موت کا اظہار کیا - ان کی قبر کا صحیح نشان نامعلوم ہے - صرف اس ٹیلے کا لوگوں کو علم ہے اور وہی ان کی قبر کی جگہ جانتا ہے لیکن بے زبان ہے - تو ہو سکتا ہے کہ ایذا یہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ ایذا ہو جس کا بیان پہلے گذرا - لیکن میں کہتا ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اور یہ دونوں ہوں بلکہ ان کے سوا اور بھی ایذائیں ہوں - حضور ﷺ نے ایک مرتبہ لوگوں میں کچھ تقسیم کیا' اس پر ایک شخص نے کہا' اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا - حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں' میں نے جب یہ سنا تو میں نے کہا' اے اللہ کے دشمن' میں تیری اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ضرور پہنچاؤں گا - چنانچہ میں نے جا کر حضورؐ کو خبر کر دی - آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا - پھر فرمایا' اللہ کی رحمت ہو حضرت موسیٰ پر - وہ اس سے بہت زیادہ ایذا دیئے گئے لیکن صبر کیا - (بخاری' مسلم)

اور روایت میں ہے' حضورؐ کا عام ارشاد تھا کہ کوئی بھی میرے پاس کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے - میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں آ کر بیٹھوں تو میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بات چبھتی ہوئی نہ ہو - ایک مرتبہ کچھ مال آپؐ کے پاس آیا - آپؐ نے اسے لوگوں میں تقسیم کیا - دو شخص اس کے بعد آپس میں باتیں کر رہے تھے - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ واللہ اس تقسیم سے نہ تو حضورؐ نے اللہ کی خوشی کا ارادہ کیا نہ آخرت کے گھر کا - میں ٹھہر گیا اور دونوں کی باتیں سنیں - پھر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپؐ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی بات میرے سامنے نہ لایا کرو - ابھی کا واقعہ ہے کہ میں جا رہا تھا جو فلاں اور فلاں سے میں نے یہ باتیں سنیں - اسے سن کر حضورؐ کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا اور آپؐ پر یہ بات بہت ہی گراں گزری - پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا' عبداللہ جانے دو - دیکھو موسیٰ اس سے بھی زیادہ ستائے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا قرآن فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے - مستجاب الدعوات تھے - جو دعا کرتے تھے' قبول ہوتی تھی - ہاں اللہ کا دیدار نہ ہوا - اس لئے کہ یہ طاقت انسانی سے خارج تھا - سب سے بڑھ کر ان کی وجاہت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی - اللہ نے وہ بھی عطا فرمائی - فرماتا ہے وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر دیا -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ

مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ
اللّٰهُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ وَيَتُوۡبَ
اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۳﴾ ع

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی باتیں کیا کرو O تا کہ اللہ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے' جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے اس نے بڑی مراد پالی O ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر' زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا وہ بڑا ہی ظالم و جاہل ہے O یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں کو اور مشرک مردوں عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے O

تقویٰ کی ہدایت: ☆☆ (آیت: ۷۰-۷۱) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے تقویٰ کی ہدایت کرتا ہے۔ ان سے فرماتا ہے کہ اس طرح وہ اس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بات بالکل صاف' سیدھی' سچی' اچھی بولا کریں' جب وہ دل میں تقویٰ' زبان میں سچائی اختیار کر لیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا۔ اور ان کے تمام اگلے گناہ معاف فرما دے گا بلکہ آئندہ کے لئے بھی انہیں استغفار کی توفیق دے گا تا کہ گناہ باقی نہ رہیں۔ اللہ' رسول کے فرماں بردار سچے کامیاب ہیں۔ جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور ؐ نے فرمایا' مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر بھی یہی فرمایا (ابن ابی حاتم)۔ ابن ابی الدنیا کی کتاب التقویٰ میں ہے' حضور ؐ ہمیشہ منبر پر ہر خطبے میں یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کی سند غریب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں' اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں' قول سدید لا الہ الا اللہ ہے۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں' سچی بات قول سدید ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں' ہر سیدھی بات قول سدید میں داخل ہے۔

فرائض' حدود امانت ہیں: ☆☆ (آیت: ۷۲-۷۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ امانت سے مراد یہاں اطاعت ہے۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا لیکن وہ بار امانت نہ اٹھا سکے اور اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا۔ جناب باری عز اسمہ نے اسے اب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کیا کہ یہ سب تو انکار کر رہے ہیں۔ تم کہو۔ آپ نے پوچھا' اللہ اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا' اگر بجا لاؤ گے' ثواب پاؤ گے اور برائی کی سزا پاؤ گے۔ آپ نے فرمایا' میں تیار ہوں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں' دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا۔ تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھا۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے اللہ کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہو سکے اور مارے نہ جائیں۔ لیکن انسان جو کہ بھولا تھا' اس نے اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھا لیا۔ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہو گئی۔ حضرت ابی کا بیان ہے کہ عورت کی پاک دامنی بھی اللہ کی امانت ہے۔ قتادہؒ کا قول ہے' دین فرائض' حدود سب اللہ کی امانت ہیں۔ جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلامؒ فرماتے ہیں' تین چیزیں اللہ کی امانت ہیں' غسل جنابت' روزہ اور نماز۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت میں داخل ہیں۔ تمام احکام بجا لانے' تمام ممنوعات

سے پرہیز کرنے کا انسان مکلف ہے۔ جو بجالائے گا ثواب پائے گا جہاں گناہ کرے گا سزا پائے گا۔

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی زینت اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے اللہ کی امانت برداشت نہ کر سکا جب اس نے یہ معلوم کر لیا کہ بجا آوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہوگا۔ زمین صلاحیت کے باوجود اور سختی کی لمبائی اور چوڑائی کے ڈر گئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے۔ اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے۔ مقاتل فرماتے ہیں پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں کیونکہ عدم بجا آوری کی صورت میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا کہ اگر پوری اتری تو فضل و کرم سے نواز دوں گا۔ لیکن اس نے کہا یوں تو ہر طرح تابعفرمان ہوں جو فرمایا جائے عمل کروں لیکن میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں۔ امانت ڈال دی جائے تو اٹھالیں گے لیکن یہ بس کی بات نہیں۔ ہمیں معاف فرمایا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا۔ انہوں نے کہا اللہ اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی ہوگی جنت ملے گی رحم و کرم ہوگا اور اگر اطاعت نہ کی نافرمانی کی تو پھر سخت سزا ہوگی اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ انہوں نے کہا اللہ منظور ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں آسمان نے کہا میں نے ستاروں کو جگہ دی۔ فرشتوں کو اٹھالیا لیکن یہ نہیں اٹھا سکوں گا۔ یہ تو فرائض کا بوجھ ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے۔ دریا جاری کیئے۔ لوگوں کو بسایا۔ لیکن یہ امانت تو میرے بس کی نہیں۔ میں فرض کی پابند ہو کر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھا سکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا لیکن انسان نے لپک کر اسے اٹھالیا۔

بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ وزاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے ذمے لے لیا۔ اللہ نے اسے فرمایا اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری اعانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ تیری آنکھوں پر میں دو پلکیں کر دیتا ہوں کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انہیں بند کر لے۔ میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنا دیتا ہوں کہ جب وہ مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کر لے۔ تیری شرمگاہ کی حفاظت کے لئے میں لباس اتارتا ہوں۔ کہ میری مرضی کے خلاف تو اسے نہ کھولے۔ زمین و آسمان نے ثواب و عذاب سے انکار کر دیا اور فرماں برداری میں مسخر رہے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔ ایک بالکل غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ امانت اور وفا انسانوں پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں۔ اللہ کا کلام ان کی زبانوں میں اترا۔ نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی برائی معلوم کر لی۔ ہر شخص نیکی بدی کو جان گیا۔ یاد رکھو! سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں۔ جاہل جانتے ہیں لیکن انجان بن رہے ہیں۔ اب یہ امانت و وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی۔ یاد رکھو اللہ اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے آپ کو ہلاک کر لے۔ اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے۔ لوگو! ہوشیار رہو۔ اپنے آپ پر نظر رکھو۔ شیطانی وسوسوں سے بچو۔ اللہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟

حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا جنت میں جائے گا۔ پانچوں وقتوں کی نماز کی حفاظت کرتا ہو۔ وضو رکوع سجدہ اور وقت سمیت زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سنو واللہ! یہ بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور امانت کو ادا کرے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟

فرمایا جنابت کا فرضی غسل - پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی - تفسیر ابن جریر میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت کو نہیں مٹاتا - ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا' جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو' یہ جواب دیں گے' اللہ کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوگا' پھر حکم ہوگا کہ انہیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ - فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرا دیں گے - یہاں تک کہ اس کی تہہ تک پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی ہم شکل جہنم کی آگ کی چیز نظر پڑے گی - یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں گے - جب کنارے تک پہنچیں گے تو وہاں پاؤں پھسل جائے گا - پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے چلے جائیں گے - پھر لائیں گے پھر گریں گے ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے - امانت وضو میں بھی ہے - نماز میں بھی ہے - امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائیں -

حضرت براءؓ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعودؓ یہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں؟ تو آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے - حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے دو حدیثیں سنی ہیں - ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے - ایک تو یہ کہ آپؐ نے فرمایا' امانت لوگوں کی جبلت میں اتاری گئی' پھر قرآن اترا - حدیثیں بیان ہوئیں - پھر آپؐ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا' انسان سوئے گا جا اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ لڑھک کر آ گیا ہو اور پھپھولا پڑ گیا ہو کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اندر کچھ بھی نہیں - پھر آپؐ نے ایک کنکر لے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھا دیا کہ اس طرح لوگ لین دین' خرید و فروخت کیا کریں گے - لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہوگا - یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے اور یہاں تک کہ کہا جائے گا' یہ شخص کیسا عقلمند' کس قدر زیرک دانا اور فراست والا ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہ ہوگا - حضرت حذیفہ فرماتے ہیں' دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار سدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر مسلمان ہے تو وہ خود میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی - لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی ادھار دیتا ہوں - باقی بند کر دیا - (مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ چار باتیں تجھ میں ہوں' پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں - امانت کی حفاظت' بات چیت کی صداقت' حسن اخلاق اور وجہ حلال کی روزی - حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی کتاب الزہد میں ہے کہ جبلہ بن سحیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے - اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا' قسم ہے امانت کی - اس پر حضرت زیاد رونے لگے اور بہت روئے - میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا - میں نے کہا' کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے' فرمایا ہاں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے بہت مکروہ جانتے تھے اور اسے منع فرماتے تھے - ابو داؤد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے امانتداری جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی' اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت یعنی وہ جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے' انہیں تو سخت سزا ملے اور مومن مرد و عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو - جو اللہ کو' اس کے فرشتوں کو' اس کے رسولوں کو مانتے تھے اور اللہ کے سچے فرمانبردار رہے - اللہ غفور و رحیم ہے -

الحمدللہ سورۂ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی -

تفسیر سورة سبا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۱ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲

سچے معبود مہربان کرم فرما کے نام سے شروع

تمام تر تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آخرت میں بھی قابل تعریف وہی ہے' وہ بڑی حکمتوں والا اور پورا خبردار ہے ○ جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے' جو آسمان سے اترے اور جو چڑھ کر اس میں جائے' وہ سب سے باخبر ہے۔ اور وہ بڑا مہربان نہایت بخشش والا ہے ○

اوصاف الٰہی: ☆☆ (آیت:۱-۲) چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں' ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے۔ اس لئے ہر قسم کی تعریف وثنا کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے لئے دنیا اور آخرت کی حمد وثنا سزاوار ہے۔ اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب کے سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے' سب اس کے ماتحت ہے۔ جتنے بھی ہیں' سب اس کے غلام ہیں۔ اس کے قبضے میں ہیں سب پر تصرف اسی کا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی۔ وہ اپنے اقوال' افعال' تقدیر' شریعت سب میں حکومت والا ہے۔ اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں' جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں' جو اپنے احکام میں حکیم' جو اپنی مخلوق سے باخبر' جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں' جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں' اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو زمین سے نکلتا ہے' اگتا ہے' اسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے محیط' وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی' کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے' اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے۔ جو رزق وہاں سے اترتا ہے' اس کے علم سے' نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں' وہ بھی اس کے علم میں ہیں۔ وہ اپنے بندوں پر خود ان سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں۔ برائیاں چھوڑ دیں۔ رب کی طرف رجوع کریں۔ پھر غفور ہے۔ ادھر بندہ جھکا رویا پیٹا' ادھر اس نے بخش دیا یا۔ معاف فرما دیا درگزر کر لیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا۔ توکل کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ

وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾
وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾

کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے ہی کی نہیں' تو کہہ دے کہ مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز واضح کتاب میں موجود ہے ○ تاکہ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کو بھلا بدلہ عطا فرمائے' یہی لوگ ہیں جن کے لئے باکرامت روزی ہے ○ ہماری آیتوں کے مقابلے میں جنہوں نے کوشش کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے المناک سزاؤں کا عذاب ہے ○

قیامت آ کر رہے گی: ☆☆ (آیت:۳-۵) پورے قرآن میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے- ایک تو سورۂ یونس میں وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں ہاں' میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے اور تم اللہ کو مغلوب نہیں کر سکتے - دوسری آیت یہی- تیسری آیت سورۂ تغابن میں زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ یعنی کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے- تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے-

پھر اپنے اعمال کی خبر دیے جاؤ گے اور یہ تو اللہ پر بالکل ہی آسان ہے- پس یہاں بھی کافروں کے انکار قیامت کا ذکر کر کے اپنے نبی کو ان کے بارے قسمیہ بتا کر پھر اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو عالم الغیب ہے' جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں' سب اس کے علم میں ہے- گو ہڈیاں سڑ گل جائیں' ان کے ریزے متفرق ہو جائیں لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ سب وہ جانتا ہے- وہ ان سب کے جمع کرنے پر بھی قادر ہے- جیسے کہ پہلے انہیں پیدا کیا- وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور تمام چیزیں اس کے پاس اس کی کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہیں- پھر قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے- وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں' اور جنہوں نے اللہ کی باتوں سے ضد کی' رسولوں کی نہ مانی' انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہوں- نیک کار مومن جزا اور بدکار کفار سزا پائیں گے- جیسے فرمایا جہنمی اور جنتی برابر نہیں- جنتی کامیاب اور مقصد پانے والے ہیں- اور آیت میں ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ یعنی مومن اور مفسد' متقی اور فاجر برابر نہیں-

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۶﴾ وَقَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ
كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ

كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝۸

جنہیں علم ہے وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سراسر حق ہے اور اللہ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے ○ کافروں نے کہا آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے ○ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود اس نے ہی اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے دیوانگی ہے حقیقت یہ کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں ○

(آیت:۶) پھر قیامت کی ایک اور حکمت بیان فرمائی کہ ایماندار بھی قیامت کے دن جب نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل کر لیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے اور اس وقت کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا وعدہ رحمان نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ اللہ نے تو لکھ دیا تھا کہ تم قیامت تک رہو گے تو اب قیامت کا دن آ چکا۔ وہ اللہ عزیز ہے یعنی بلند جناب والا بڑی سرکار والا ہے۔ بہت عزت والا ہے۔ پورے غلبے والا ہے۔ نہ اس پر کسی کا بس نہ کسی کا زور۔ ہر چیز اس کے سامنے پست اور عاجز۔ وہ قابل تعریف ہے اپنے اقوال و افعال شرع و فعل میں۔ ان تمام میں اس کی ساری مخلوق اس کی ثنا خواں ہے۔ جَلَّ وَعَلَا۔

کافروں کی جہالت: ☆☆ (آیت:۷-۸) کافر اور ملحد جو قیامت کے آنے کو محال جانتے تھے اور اس پر اللہ کے نبی کا مذاق اڑاتے تھے ان کے کفریہ کلمات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آپس میں کہتے تھے ''لو اور سنو ہم میں ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے اس شخص کی نسبت دو ہی خیال ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہوش و حواس کی درستی میں وہ عمداً اللہ کے ذمے ایک جھوٹ بول رہا ہے اور جو اس نے نہیں فرمایا وہ اس کی طرف نسبت کر کے یہ کہہ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کا دماغ خراب ہے مجنون ہے بے سوچے سمجھے جو جی میں آئے کہہ دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ یہ دونوں باتیں نہیں۔ آنحضرت ﷺ سچے ہیں نیک ہیں راہ یافتہ ہیں دانا ہیں باطنی اور ظاہری بصیرت والے ہیں۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ منکر لوگ جہالت اور نادانی سے کام لے رہے ہیں اور غور و فکر سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے حق بات اور سیدھی راہ ان سے چھوٹ جاتی ہے اور وہ بہت دور نکل جاتے ہیں۔

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹ ع

کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو دیکھ نہیں رہے اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لئے جو دل سے متوجہ ہو ○

(آیت:۹) کیا اس کی قدرت میں تم کوئی کمی دیکھ رہے ہو۔ جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ ختم ہو نہ زمین کا فرش۔ جیسے فرمان ہے وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔ زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔

یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھو پیچھے دیکھو اسی طرح دائیں نظر ڈالو بائیں طرف التفات کرو تو وسیع آسمان اور بسیط زمین ہی نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھے؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ یا آسمان تم پر توڑ دے۔ یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن اللہ کا حلم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔ جس میں عقل ہے جس میں دور بینی کا مادہ ہو جس میں غور و فکر کی عادت ہو جس کی اللہ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو جس کے سینے میں دل دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اس قادر و خالق اللہ کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔ آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیئے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں گوشت کھال کو ابتداً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑ گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھا بٹھانا کیا بھاری ہے؟ اسی کو اور آیت میں فرمایا اَوَلَيْسَ الَّذِيْ الخ یعنی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا کیا وہ ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے اور آیت میں ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل آسمان و زمین کی پیدائش ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ
وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا اے پہاڑو اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا ○ کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ۔ تم سب نیک کام کیا کرو یقین مانو کہ میں تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں ○

حضرت داؤدؑ پر انعامات الٰہی: ☆☆ (آیت:۱۰-۱۱) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی۔ نبوت بھی دی۔ بادشاہت بھی دی۔ لاؤ لشکر بھی دیئے۔ طاقت و قوت بھی دی۔ پھر ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا ادھر پہاڑوں اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ کی حمد و ثنا شروع کی۔ پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر اللہ کے رسول ﷺ ٹھہر گئے۔ دیر تک سنتے رہے۔ پھر فرمانے لگے انہیں نغمہ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے۔ ابو عثمان نہدی کا بیان ہے کہ واللہ ہم نے حضرت ابو موسیٰؓ سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔ اَوِّبِيْ کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے۔ لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے۔ پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت

داؤدؑ کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملالیا کریں۔ تاویب کے ایک معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے سری کے معنی رات کو چلنے کے ہیں۔لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتے۔ یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤدؑ کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد بیان کرو۔ اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا۔ نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت۔ ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے اب اس لوہے سے بفرمان الٰہی آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپؑ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز صرف ایک زرہ بناتے۔ اس کی قیمت چھ ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں۔ حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں۔ بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے بلکہ ناپ تول اور صحیح انداز سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔ ابن عساکر میں ہے' حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤدؑ کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے' ان سے بھی سوال کیا' انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا آدمی۔ مگر ایک کمی اس میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں۔ خود بھی اسی میں سے لیتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اللہ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھا دے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے۔ کوئی صنعت اور کاریگری مجھے بتا دے۔ جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانا سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپؑ نے ہی بنائی ہیں۔ ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کر لیتے۔ ایک اپنے کھانے پینے وغیرہ کے لئے۔ ایک صدقے کے لئے۔ ایک چھوڑنے کے لئے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤدؑ کو جو نغمہ دیا گیا تھا' وہ تو محض بے نظیر تھا' اللہ کی کتاب زبور پڑھنے کو بیٹھتے۔ آواز نکلتے ہی چرند پرند صبر و سکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ سارے باجے شیاطین نے نغمہ داؤدی سے نکالے ہیں۔ آپ کی بے مثل خوش آوازی کی یہ چڑاؤنی جیسی نقلیں ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کو بیان فرما کر حکم دیتا ہے کہ اب تمہیں بھی چاہیے کہ نیک اعمال کرتے رہو۔ میرے فرمان کے خلاف نہ کرو۔ یہ بہت بری بات ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں' اس کی فرمانبرداری ترک کر دی جائے۔ میں تمہارے اعمال کا نگران ہوں۔ تمہارا کوئی عمل چھوٹا بڑا' نیک بد مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ
وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ
يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ
مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ

وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ۚ اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿۱۳﴾

ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی' اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ○ جو کچھ سلیمانؑ چاہتے' وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں۔ اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک اعمال کرو۔ میرے بندوں میں سے شکر گذار بندے کم ہو ہوتے ہیں ○

اللہ کی نعمتیں اور سلیمان علیہ السلام: ☆☆ (آیت:۱۲-۱۳) حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں' ان کا بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں' ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔ مہینے بھر کی راہ صبح ہی صبح ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑایا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا اور شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ تانبے کو بطور پانی کے کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں تو بلا دقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہی کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کر دیا۔ جو وہ چاہتے' اپنے سامنے ان سے کام لیتے۔ ان میں سے جو جن احکام سلیمانؑ کی تعلیم سے جی چراتا' فوراً آگ سے جلا دیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جنات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو پردار ہے۔ دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں وغیرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے۔ ابن نعم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کے لئے تو عذاب و ثواب ہے' ایک آسمان و زمین میں اڑتے رہتے ہیں۔ ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوائے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اور تیسری قسم انسانی صورتوں میں شیطانی دل رکھنے والے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں' جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ دونوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ عذاب و ثواب میں دونوں شریک ہیں۔ دونوں کے ایمان دار ولی اللہ ہیں اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں' مَحَارِیبَ کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو' گھر کے بہترین حصے کو' مجلس کی صدارت کی جگہ کو۔ بقول مجاہدؒ ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجے کی ہوں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں مسجدوں کو۔ قتادہؒ کہتے ہیں' بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو۔ ابن زیدؒ کہتے ہیں گھروں کو۔ تَمَاثِیلَ تصویروں کو کہتے ہیں' یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہؒ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں۔ جَوَاب جمع ہے جَابِیَۃٌ کی۔ جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی آتا رہتا ہے۔ یہ مثل تالاب کے تھیں۔ بہت بڑے بڑے لگن تھے تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بہت بڑی فوج کے لئے بہت سا کھانا بیک وقت تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے۔ اور جمی ہوئی دیگیں جو بوجہ اپنی بڑائی کے اور بھاری پن کے ادھر سے ادھر نہیں کی جا سکتی تھیں۔ ان سے اللہ نے فرما دیا تھا کہ دین و دنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں' ان پر میرا شکر کرو۔ شکر مصدر ہے بغیر فعل کے یا مفعول لہ ہے اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادہ سے ہوتا ہے' فعل سے بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے۔

اَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً يَدِيْ وَ لِسَانِيْ الضَّمِيْرُ الْمُحْجَبَا

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے۔ فعل سے' زبان سے اور دل سے۔ حضرت عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ کے لئے کرے' شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں' شکر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور نیک عمل ہے۔ آل داؤد دونوں طرح کا شکر ادا کرتے تھے قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں' "حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل وعیال' اولاد اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی۔ آپ آدھی رات سوتے۔ تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے۔ اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے۔ آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بے روزہ۔ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے رات کو بہت نہ سویا کرو۔ رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہو گا؟ شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے جواب ملا داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جبکہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔ پھر ایک واقعے کی خبر دی جاتی ہے کہ بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی سوائے گھن کے کیڑے کے جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا' پس جب سلیمان گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے ○

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات: ☆☆ (آیت: ۱۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ جو جنات ان کے فرمان کے تحت کام کاج میں مصروف تھے' ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی۔ وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کے ٹیکے پر کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔

مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں' تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہو گئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہو گیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔ ایک مرفوع' منکر اور غریب حدیث میں ہے لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے۔ اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے۔ تیرا کیا نام ہے۔ وہ بتا دیتا۔ آپ اسے اسی استعمال میں لاتے۔ ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا ضروب۔ پوچھا تو کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اجاڑنے کے لئے۔ تب آپ نے دعا مانگی کہ

اللہ میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تاکہ انسان کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو مشکل مشکل کام سونپ دیئے۔ آپ کا انتقال ہو گیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے۔ جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اپنے اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک سال کامل ہو گیا۔ چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی۔ سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمانؑ گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے۔ لیکن اس کے ایک راوی عطا بن مسلم خراسانی کی بعض احادیث میں نکارت ہوتی ہے۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی' آپ سال سال' دو دو سال یا کم و بیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے۔ آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے۔ ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے نام پوچھتے۔ فائدہ پوچھتے۔ وہ بتاتا۔ آپ اسی کام میں اسے لاتے۔ بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام ضروبہ بتایا۔ کہا تو کس مطلب کا ہے۔ کہا اس مسجد کے اجاڑنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے۔ فرمانے لگے۔ میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہو گی نہیں البتہ تو میری موت اور اس شہر کی ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اپنے باغ میں لگا دیا۔ مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہو گیا لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی اپنی نوکری بجالاتے رہے کہ ایسا نہ ہو' ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسولؑ آ جائیں تو ہمیں سزا دیں۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے' ان میں جو ایک بہت بڑا پاجی شیطان تھا' اس نے کہا دیکھو جی' اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں' اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟

چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن اسے حضرت سلیمانؑ کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمانؑ کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مر جاتے تھے لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا۔ اس نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا' دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گرے پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں۔ اب آ کر سب کو خبر کی۔ لوگ آئے۔ محراب کو کھولا تو واقعی اللہ کے رسولؑ کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا۔ ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں' یہ محض ان کی دھونس تھی ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت جھیلتے رہتے۔ اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہا یہ بھی تھا کہ اگر تو کچھ کھاتا پیتا ہوتا تو بہتر سے بہتر غذا ہم تجھے پہنچاتے۔ لیکن یہ سب بنی اسرائیل کے علماء کی روایتیں ہیں۔ ان میں جو مطابق حق ہوں قبول۔ خلاف حق ہوں' مردود دونوں سے الگ ہوں' وہ نہ تصدیق کے قابل نہ تکذیب کے۔ واللہ اعلم بالغیب۔

حضرت زید بن اسلمؒ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا وقت مجھے کچھ پہلے بتا دینا۔ حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپؑ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی۔ یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر کے گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے۔ جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے

مشغول رہے لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا' جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ اٹھا سکی اور آپ گر پڑے۔ جنات کو آپؑ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھی بہت سے اقوال سلف سے یہ مروی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَّشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُورٌ ﴿۱۵﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَّأَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجٰزِيْ إِلَّا الْكَفُورَ ﴿۱۷﴾

قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں قدرت الٰہی کی نشانی تھی' ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکریہ ادا کرو' عمدہ شہر اور بخشنے والا رب O لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رو کا پانی کا نالا بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے O ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا' ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں O

قوم سبا کا تفصیلی تذکرہ: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۷) قوم سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان میں سے ہی تھے۔ بلقیس بھی انہی میں سے تھیں۔ یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ کے رسول ان کے پاس آئے۔ انہیں شکر کرنے کی تلقین کی۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا۔ اس عبادت کا طریقہ سمجھایا۔ کچھ زمانے تک وہ یونہی رہے لیکن پھر جبکہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی' احکام الٰہی بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک' باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت و تاراج ہو گئیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ سبا کسی عورت کا نام ہے یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپؐ نے فرمایا' یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں۔ مذحج' کندہ' ازد' اشعری' انمار' حمیر یہ چھ قبیلے یمن میں۔ لخم' جذام' عاملہ اور غسان یہ چار قبیلے شامی ہیں۔

فردہ بن مسیکؓ فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لے کر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ نے فرمایا' ہاں۔ جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا' دیکھو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا' حضورؐ یہ سبا کس کا نام ہے؟ تو آپ کا جواب تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں۔ ایک اور مطول روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فردہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ یا رسول اللہؐ جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی۔ مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا' ان کے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہ آیت اتری۔ لیکن اس میں غرابت ہے۔ اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے' حالانکہ سورت مکیہ ہے۔

محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔عبد شمس بن العرب بن قحطان۔ اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کے قید کرنے کا رواج ڈالا۔ اس وجہ سے اسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیشین گوئی کی تھی کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کرے گا۔ اس کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے، جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے۔ پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی۔ اور بنو قحطان کے ایک نبی بھی ہوں گے۔ اس نبی کا نام احمد ہوگا (ﷺ) کاش کہ میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پا لیتا تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگو جب بھی اللہ کے وہ رسول ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے کہ ان کا ساتھ دو اور ان کے مددگار بن جاؤ اور جو بھی آپ سے ملے، اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے۔ (اکیل ہمدانی) قحطان کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ تیسرا یہ کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہے۔ اس سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الا نباہ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے، ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری میں ہے کہ قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور ان کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا، اے اولاد اسماعیل، تیراندازی کئے جاؤ۔ تمہارے والد بھی پورے تیرانداز تھے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسب خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے، سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے جب سیلاب سے ان کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہاں آ کر بسی تھی، دوسری شام چلی گئی۔ انہیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشلل کے قریب ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنوے کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضور نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں، اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں۔ جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے۔ یہ بھی سیلاب کے آنے کے بعد کا ذکر ہے۔ بعض وہیں رہے۔ بعض ادھر ادھر چلے گئے۔

دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے۔ جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا جس دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا اور بصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگا دی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلی رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک پھلوں سے وہ جھلی بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے پھل خود بخود جو جھڑتے تھے، وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی۔ صنعاء سے تین مراحل پر تھی اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی، صحت، مزاج اور اعتدال عنایت الٰہیہ سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی، مچھر اور زہریلے جانور بھی نہیں ہوتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں اور دل و جان سے اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آبادبستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھل دار باغات اور سرسبز کھیتیاں۔

اوران سے جناب باری نے فرمادیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو لیکن انہوں نے اللہ کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔ جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود ہیں۔ عظیم الشان تخت سلطنت پر وہ متمکن ہے۔ رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے۔ بے راہ ہو رہے ہیں۔

مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبران کے پاس آئے تھے۔ بالآخر شامت اعمال رنگ لائی۔ جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی' وہ چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی۔ پانی کی ریل پیل ہو گئی۔ ان دریاؤں کے' چشموں کے' بارش کے نالوں کے' سب پانی آ گئے۔ ان کی بستیاں' ان کے محلات' ان کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہو گئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو' جھاؤ' کیکر' ببول اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ بے کار درخت اگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اگ آئے تھے جو نسبتاً اور درختوں سے کار آمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھل دار تھے۔ یہ تھا ان کے کفر و شرک کی سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہو گئے۔ کافروں کو یہی اور اسی جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ حضرت ابو خیرہؒ فرماتے ہیں' گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے۔ روزگار میں تنگی واقع ہو۔ لذتوں میں تلخی آ جائے یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا فوراً کوئی زحمت آ پڑی اور مزہ مٹی ہو گیا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾

ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی تھیں' ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن و امان چلتے پھرتے رہو ○

قوم سبا پر اللہ کی نعمتیں: ☆☆ (آیت:۱۸) ان پر جو نعمتیں تھیں' ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں۔ کسی مسافر کو اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزے دار تازے میوے' خوشگوار میٹھا پانی موجود۔ ہر رات کو کسی بستی میں گزار لیں اور راحت و آرام امن و امان سے جائیں آئیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بستیاں صنعا کے قرب و جوار میں تھیں' باعد کی دوسری قراءت بعدہ۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر دور دراز کر دے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا' اس لئے ہم نے انہیں گذشتہ فسانوں کی صورت میں کر دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے' ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں ○

(آیت:۱۹) اس راحت و آرام سے وہ پھول گئے اور جس طرح بنو اسرائیل نے من سلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا'

انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی۔ تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئیں۔ غیر آباد جگہیں بھی آئیں۔ کھانے پینے کا لطف بھی آئے۔ قوم موسیٰ کی اس طلب نے ان پر ذلت و مسکنت ڈالی۔ اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے۔ اطمینان اور امن غارت ہوا۔ انہوں نے کفر کر کے خود اپنا بگاڑا۔ اب ان کی کہانیاں رہ گئیں۔ لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔ تتر بتر ہو گئے۔ یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔ عکرمہؒ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات ادھر ادھر کی خبریں لایا کرتے تھے۔ اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔ تھا یہ بڑا مالدار خصوصاً جائیداد بہت ساری تھی۔ اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور ان حویلیوں اور مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہیے۔

آخر ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس کے سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی جری ہونے کے علاوہ مالدار تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا' سنو کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے۔ میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا۔ میں تجھے برا بھلا کہوں گا۔ تو بھی مجھے میری گالیوں کا جواب دینا۔ میں اٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا۔ تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا۔ اس نے کہا اباجی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا' تم نہیں سمجھتے۔ ایک ایسا ہی اہم معاملہ درپیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہیے۔ اس نے اقرار کیا۔ دوسرے دن جبکہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو گئے' اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے اسے گالیاں دیں تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں۔ یہ غصے میں اٹھا اور اسے مارا۔ لڑکے نے بھی پلٹ کر اسے پیٹا۔ یہ اور غضبناک ہوا اور کہنے لگا چھری لاؤ۔ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ تمام لوگ گھبرا گئے۔ ہر چند سمجھایا لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ لوگ دوڑے بھاگے گئے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی۔ وہ سب آ گئے۔ اول تو منت سماجت کی' منوانا چاہا لیکن یہ کب مانتا تھا۔ انہوں نے کہا' آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے۔ اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے لیکن اس نے کہا' میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ اپنے ہاتھ سے ذبح کروں گا۔ انہوں نے کہا' ایسا آپ نہیں کر سکتے اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔

اس نے کہا' اچھا۔ جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں۔ مجھ سے میرے مکانات' جائیدادیں اور زمینیں خرید لو۔ میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد وصول کر لی۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو خبر کر دی' سنو عذاب الٰہی آ رہا ہے۔ زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے۔ اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزومند ہو' وہ تو عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو' وہ بصرے چلا جائے۔ اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا چاہتا ہو' وہ مدینے چلا جائے۔ قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا۔ جسے جو جگہ اور جو چیز پسند آئی' وہ اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا۔ بعض عمان کی طرف' بعض بصرے کی طرف۔ بعض مدینے کی طرف۔ اس طرح تین قبیلے چلے تھے۔ اوس اور خزرج اور بنو عثمان۔ جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنو عثمان نے کہا' ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند ہے۔ اب ہم آگے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ اوس و خزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔

یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے۔ جس کاہن کا اس میں ذکر ہے' اس کا نام عمرو بن عامر ہے۔ یہ یمن کا ایک سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا۔ سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مارب کو کھوکھلا کرتے

ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں۔ یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہہ وبالا کر دے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا۔ اور فارغ ہو کر چل پڑا۔ قبیلہ اسد بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں عکہ ان سے لڑے۔ برابر برابر کی لڑائی رہی۔ جس کا ذکر عباس بن مرداس اسلمیؓ کے شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنۃ بن عمرو بن عامر شام میں گئے۔ اوس وخزرج مدینے میں' خزاعہ مر میں' ازمراۃ سراۃ میں۔ ازدعمان عمان میں۔ یہاں سیلاب آیا جس نے مارب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت جس کا نام طریفہ تھا' اس نے اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتائی تھی اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازدبھی ہلاک کر دیئے گئے۔ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل پھلوں اور کھیتوں کی بے شمار روزی کے باوجود سیل عرم سے یہ حالت ہو گئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ یہ پکڑ اور عذاب' یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی' اس سے ہر صابر وشاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں۔ عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر' نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائل قدرت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب ناک فیصلہ کیا ہے۔ اگر اسے راحت ملے اور یہ شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے۔ غرض مومن کو ہر حالت پر اجر وثواب ملتا ہے۔ اس کا ہر کام نیک ہے۔ یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی کے منہ میں دے' اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے (مسند احمد)

بخاری ومسلم میں ہے' آپ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بھلائی کے لئے ہی کافی ہے۔ اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مومن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی والی ہے۔ حضرت مطرفؒ فرماتے ہیں' صبر وشکر کرنے والا بندہ کتنا ہی اچھا ہے کہ جب اسے نعمت ملے تو شکر کرے اور جب زحمت پہنچے تو صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ ع۱۲/۸

شیطان نے ان کے بارے میں سوچ رکھا تھا' اسے سچا کر دکھایا۔ یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی جماعت کے ○ شیطان کا ان پر

کوئی زور اور دباؤ نہ تھا مگر تاکہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' ان لوگوں میں ممتاز طور پر ظاہر کر دیں جو اس سے شک میں ہیں۔ تیرا رب ہر ہر چیز پر نگہبان ہے ○ کہہ دے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے' سب کو پکار لو' نہ تو ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرے کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ○

ابلیس اور اس کا عزم: ☆☆ (آیت:۲۰-۲۱) سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے اور مریدوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت' بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں۔ ابلیس نے راندۂ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں ان کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور تھوڑی سی جماعت کے سوا باقی سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا' اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدمؑ وحوا اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا' اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اترا رہا تھا کہ جب انہیں میں نے بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا' مجھے بھی اپنی عزت کی قسم موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا' میں فوراً قبول کر لوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا' میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا' میں اسے دوں گا۔ مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا' میں اسے بخش دوں گا۔ (ابن ابی حاتم)

اس کا کوئی غلبہ' حجت' زبردستی' مار پیٹ انسان پر نہ تھی۔ صرف دھوکہ' فریب اور مکر بازی تھی جس میں یہ سب پھنس گئے۔ اس میں حکمت الٰہی یہ تھی کہ مومن وکافر ظاہر ہو جائیں۔ حجت اللہ ختم ہو جائے۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اس کے منکر رحمان کی اتباع نہیں کریں گے۔ اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ مومنوں کی جماعت اس کی حفاظت کا سہارا لیتی ہے اس لئے ابلیس ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اور کافروں کی جماعت خود اللہ کو چھوڑ دیتی ہے اس لئے ان پر سے اللہ کی نگہبانی ہٹ جاتی ہے اور وہ شیطان کے ہر فریب کا شکار بن جاتے ہیں۔

وحدہ لاشریک: ☆☆ (آیت:۲۲) بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اکیلا ہے' واحد ہے' احد ہے' فرد ہے' صمد ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ بے نظیر' لاشریک اور بے مثیل ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ساتھی نہیں' مشیر نہیں' وزیر نہیں' مددگار و پشتی بان نہیں۔ پھر ضد کرنے والا اور خلاف کہنے والا کہاں؟ جن جن کو پکارا کرتے ہو' پکار کر دیکھ لو' معلوم ہو جائے گا کہ ایک ذرے کے بھی مختار نہیں۔ محض بے بس اور بالکل محتاج و عاجز ہیں' نہ زمینوں میں ان کی کچھ چلے نہ آسمانوں میں۔ جیسے اور آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ کہ وہ ایک کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اور یہی نہیں کہ انہیں خود اختیار حکومت نہ ہو نہ سہی' شرکت کے طور پر ہی ہو' نہیں' شرکت کے طور پر بھی نہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے کسی کام میں مدد لیتا ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب فقیر محتاج ہیں۔ اس کے در کے غلام اور اس کے بندے ہیں۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز اس کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو پوچھتے ہیں' تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا' اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے ○

(آیت:۲۳) اس کی عظمت و کبریائی' عزت و بڑائی ایسی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی جرات نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے بھی لب ہلا سکے۔ جیسے فرمان ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ کون ہے؟ جو اس کے سامنے کسی کی شفاعت بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ اور آیت میں ہے کَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ الخ یعنی آسمانوں کے کل فرشتے بھی اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے لب ہلا نہیں سکتے مگر جس کے لئے اللہ اپنی رضامندی سے اجازت دے دے۔ ایک اور جگہ فرمان ہے وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی الخ وہ لوگ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لئے اللہ کی رضامندی ہو۔ وہ تو خود ہی اس کے خوف سے تھرا رہے ہیں۔ تمام اولاد آدم کے سردار سب سے بڑے شفیع اور سفارشی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی جب قیامت کے دن مقام محمود میں شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئے اور مخلوق کے فیصلے کرے' اس وقت کی نسبت آپ فرماتے ہیں' میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کب تک سجدے میں پڑا رہوں گا۔ اس سجدے میں اس قدر اپنے رب کی تعریفیں بیان کروں گا کہ اس وقت تو وہ الفاظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا' اے محمد (ﷺ) اپنا سر اٹھایئے۔ آپ بات کیجئے۔ آپ کی بات سنی جائے گی۔ آپ مانگئے' آپ کو دیا جائے گا۔ آپ شفاعت کیجئے' قبول کی جائے گی۔

رب کی عظمت کا ایک اور مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اسے سنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے۔ فزع کی دوسری قراءت فرغ بھی آئی ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہے۔ تو اب آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہل عرش اپنے پاس والوں کو' وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکم پہنچا دیتے ہیں۔ بلاکم و کاست ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سکرات کا وقت آتا ہے' اس وقت مشرک یہ کہتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے دن بھی جب اپنی غفلت سے چونکیں گے اور ہوش و حواس قائم ہو جائیں گے' اس وقت یہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب ملے گا کہ حق فرمایا' حق فرمایا اور جس چیز سے دنیا میں بے فکر تھے' آج ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تو دلوں سے گھبراہٹ دور کئے جانے کے یہ معنی ہوئے کہ جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا' اس وقت سب شک و تکذیب الگ ہو جائیں گے۔ شیطانی وساوس دور ہو جائیں گے۔ اس وقت رب کے وعدوں کی حقانیت تسلیم کریں گے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے قائل ہوں گے۔ پس نہ تو موت کے وقت کا اقرار نفع دے نہ قیامت کے میدان کا اقرار فائدہ پہنچائے۔ لیکن امام ابن جریر کے نزدیک پہلی تفسیر ہی راجح ہے یعنی مراد اس سے فرشتے ہیں۔ اور یہی ٹھیک بھی ہے اور اس کی تائید احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ آسمان میں کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور رب کا کلام ایسا واقع ہوتا ہے جیسے اس زنجیر کی آواز جو پتھر پر بجائی جاتی ہو۔ جب ہیبت کم ہو جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو فرمایا حق ہے اور وہ علی کبیر ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں اور جو تہہ بہ تہہ ایک دوسروں کے اوپر ہیں' وہ کوئی کلمہ سن لیتے ہیں۔ اوپر والا نیچے والے کو وہ اپنے سے نیچے والے کو سنا دیتا ہے اور وہ کاہنوں کے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے فوراً ان کے جلانے کو آگ کا شعلہ لپکتا ہے لیکن کبھی کبھی تو وہ اس کے آنے سے پہلے ہی ایک دوسرے کو پہنچا دیتا ہے اور کبھی پہنچانے سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ کاہن اس ایک کلمے کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ جو ایک بات سچی نکلتی ہے۔ لوگ اس کے مرید بن جاتے ہیں کہ دیکھو یہ بات اس کے کہنے کے مطابق ہی ہوئی۔

مسند میں ہے' حضور ﷺ ایک مرتبہ صحابہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہو گئی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ جاہلیت میں تمہارا خیال ان ستاروں کے ٹوٹنے کی نسبت کیا تھا؟ انہوں نے کہا' ہم اس موقعہ پر سمجھتے تھے کہ یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا یا مرا۔ زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا جاہلیت کے زمانے میں بھی ستارے جھڑتے تھے؟ کہا ہاں لیکن کم۔ آپؐ کی بعثت کے زمانے سے ان میں بہت زیادتی ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا' سنو انہیں کسی کی موت وحیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو حاملان عرش اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر ساتویں آسمان والے پھر چھٹے آسمان والے یہاں تک کہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے۔ پھر عرش کے آس پاس کے فرشتے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں بتاتے ہیں۔ پھر ہر نیچے والا اوپر والے سے دریافت کرتا ہے اور وہ اسے بتاتا ہے یہاں تک کہ آسمان اول والوں کو خبر پہنچتی ہے۔ کبھی اچک لے جانے والے جنات اسے سن لیتے ہیں تو ان پر ستارے جھڑتے ہیں تاہم جو بات اللہ کو پہنچانی منظور ہوتی ہے' اسے وہ لے اڑتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت کچھ باطل اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شہرت دیتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے' اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی امر کی وحی کرتا ہے تو آسمان مارے خوف کے کپکپا اٹھتے ہیں اور فرشتے ہیبت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ کا فرمان سنتے ہیں۔ پھر ان کی زبانی اور فرشتے سنتے ہیں اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ اللہ نے حق فرمایا۔ وہ بلندی اور بڑائی والا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا امین فرشتہ جس کی طرف ہو' اسے پہنچا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؒ سے مروی ہے کہ یہ اس وحی کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کے نہ ہونے کے زمانے میں بندرہ کر پھر ابتداً ختم المرسلین ﷺ پر نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی وحی کے بھی اس آیت کے تحت میں داخل ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن آیت اس کو اور سب کو شامل ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

پوچھ تو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین میں سے روزی کون پہنچاتا ہے خود جواب دے کہ اللہ۔ سنو ہم یا تم یقیناً یا تو ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہیں ○ کہہ کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی ○ انہیں خبر دے دے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا۔ وہ فیصلے چکانے والا ہے اور دانا ○ کہہ کہ اچھا مجھے بھی تو ذرا انہیں دکھا دو جنہیں تم شریک الٰہی ٹھہرا کر اس کے ساتھ ملا رہے ہو۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ ہے غالب باحکمت ○

اللہ عزوجل کی صفات: ☆☆ (آیت ۲۴-۲۷) اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی

الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے‘ ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہیے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں۔ ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلم کھلا اور واضح ہم بیان کر چکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسولؐ نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک ضرور سچا ہے۔ کیونکہ اس قدر تضاد و تباین کے بعد دونوں کا سچا ہونا تو عقلاً محال ہے۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو‘ ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ ہم چل رہے ہیں‘ اسی راہ پر تم بھی آ جاؤ تو بیشک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں۔ اور ایک آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے‘ تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں۔

سورۂ قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ الخ میں بھی اسی بے تعلقی اور برات کا ذکر ہے‘ رب العالمین تمام عالم کو میدان قیامت میں اکٹھا کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے گا۔ اس دن تمہیں ہماری حقانیت و صداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ الخ قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایماندار جنت کے پاک باغوں میں خوش وقت و فرحاں ہوں گے اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے‘ کفر کرنے والے‘ دوزخ کے گڑھوں میں حیران و پریشان ہوں گے۔ وہ حاکم و عادل ہے‘ حقیقت حال کا پورا عالم ہے‘ تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے۔ جبکہ میرا رب لانظیر‘ بے شریک اور عدیم المثیل ہے‘ وہ اکیلا ہے‘ وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور ہر ایک پر غالب آ گیا ہے۔ حکیم ہے اپنے اقوال و افعال میں۔ اسی طرح شریعت اور تقدیر میں بھی۔ برکتوں والا‘ بلندیوں والا‘ پاک و منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے الگ ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے ○ پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ ہے کب؟ سچے ہو تو بتا دو ○ جواب دے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے‘ جس سے ایک ساعت نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ آگے بڑھ سکتے ہو ○

تمام اقوام کے لئے نبوت: ☆☆ (آیت: ۲۸-۳۰) اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور آیت میں ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ

نَذِیرًا بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان کو ہوشیار کر دے۔ یہاں بھی فرمایا کہ ''اطاعت گزاروں کو بشارت جنت دے اور نافرمانوں کو خبر جہنم۔ لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت سے نبی کی نبوت کو نہیں مانتے''۔ جیسے فرمایا وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ گو تو ہر چند چاہے تاہم اکثر لوگ بے ایمان رہیں گے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوا ''اگر بڑی جماعت کی بات مانے گا تو وہ خود تجھے راہ راست سے ہٹا دیں گے۔ پس حضورؐ کی رسالت عام لوگوں کی طرف تھی۔ عرب وعجم سب کی طرف سے اللہ کو زیادہ پیارا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تابع فرمان ہو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر غرض سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا' دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔ تا کہ وہ اس میں کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرتؐ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسولؐ بنا کر بھیجا۔ بخاری ومسلم میں فرمان رسالتمابؐ ہے کہ مجھے پانچ صفتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مہینہ بھر کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس کسی کو جس جگہ نماز کا وقت آ جائے' وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے غنیمت کا مال حلال نہیں کیا گیا تھا۔ میرے لئے غنیمت حلال کر دی گئی۔ مجھے شفاعت دی گئی۔ ہر نبیؑ صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ اور حدیث میں ہے' سیاہ وسرخ سب کی طرف میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یعنی جن و انس عرب وعجم کی طرف۔ پھر کافروں کا قیامت کو محال ماننا بیان ہو رہا ہے کہ پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی؟ جیسے اور جگہ ہے' بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور باایمان اس سے کپکپا رہے ہیں اور اسے حق جانتے ہیں۔ جواب دیتا ہے کہ تمہارے لئے وعدے کا دن مقرر ہو چکا ہے جس میں تقدیم وتاخیر' کمی وزیادتی ناممکن ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ اور فرمایا وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ الخ یعنی وہ مقررہ وقت پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ تمہیں اس وقت مقررہ تک ڈھیل ہے۔ جب وہ دن آ گیا' پھر تو کوئی لب بھی نہ ہلا سکے گا۔ اس دن بعض نیک بخت ہوں گے اور بعض بدبخت۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْۤ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ
هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

کافروں نے کہا کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں نہ اس سے پہلے کی کتابوں کو۔ اے دیکھنے والے کاش کہ تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جبکہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو مسلمان ہوتے ○ یہ بڑے ان چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی گنہگار تھے ○ اس کے جواب میں یہ ادنیٰ لوگ ان متکبروں سے کہیں گے نہیں نہیں بلکہ تمہارا دن رات مکر و فریب سے ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک مقرر کرنے کا حکم دینا باعث ہوا ہماری بے ایمانی کا۔ عذاب کو دیکھتے ہی سب کے سب دل ہی دل میں پشیمان ہو رہے ہوں گے۔ کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے۔ انہیں صرف ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ○

کافروں کی سرکشی: ☆☆ (آیت: ۳۱-۳۳) کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گو قرآن کی حقانیت کی ہزارہا دلیلیں دیکھ لیں لیکن نہیں مانیں گے۔ بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے اس قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے کھڑے چھوٹے بڑوں کو بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے' ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی۔ تم جانتے تھے کہ یہ سب بے دلیل ہے۔ دوسری جانب سے دلیلوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی۔ پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی' تم خود شہوت پرست تھے' تمہارے اپنے دل اللہ کی باتوں سے بھاگتے تھے' رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہی ہے۔ ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟

اپنے بزرگوں کی مان لینے والے یہ بے دلیل انہیں پھر جواب دیں گے کہ تمہاری دن رات کی دھوکے بازیاں' جعل سازیاں' فریب کاریاں' ہمیں اطمینان دلاتیں کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں۔ ہم سے بار بار شرک و کفر کے نہ چھوڑنے' پرانے دین کے نہ بدلنے' باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا' ہماری کمر تھپکنا' ہمارے ایمان سے رک جانے کا یہی سبب ہوا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے روگرداں کرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے۔ برأت بھی کریں گے۔ لیکن دل میں اپنے کئے پر پچھتا رہے ہوں گے۔ ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق و زنجیر سے جکڑ دیا جائے گا۔ اب ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک ہی شعلے کی لپیٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آ پڑے گا۔ (ابن ابی حاتم)

حسن بن یحییٰ خشنیؒ فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے' ہر غار' ہر زنجیر' ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب حضرت سلیمان دارانیؒ کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے' ہائے ہائے پھر کیا حال ہو گا اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں' ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں' گردن میں طوق ہوں۔ پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا جائے۔ اللہ تو بچانا۔ پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ
اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا
وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ ع ۶
اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ
وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي
الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا' وہاں کے سرکشوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کافر ہیں ○ کہنے لگے۔ ہم مال واولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم عذاب کئے جائیں ○ کہدے کہ میرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○ تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس مرتبوں سے قریب کر دیں۔ ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ نڈر و بے خوف ہو کر بالا خانوں میں براجے رہے ہوں گے ○

نبی اکرمؐ کے لئے تسلیاں: ☆☆ (آیت: ۳۴-۳۷) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے اور اگلے پیغمبروں کی سی سیرت رکھنے کو فرماتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جس بستی میں جو رسول گیا' اس کا مقابلہ ہوا۔ بڑے لوگوں نے کفر کیا' ہاں غربا نے تابعداری کی جیسے کہ قوم نوح نے اپنے نبی سے کہا تھا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ الخ ہم تجھ پر کیسے ایمان لائیں۔ تیرے ماننے والے تو سب نیچے درجے کے لوگ ہیں۔ یہی مضمون دوسری آیت وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ الخ میں ہے۔ قوم صالحؑ کے متکبر لوگ ضعیفوں سے کہتے ہیں اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ الخ کیا تمہیں حضرت صالحؑ کے نبی ہونے کا یقین ہے؟ انہوں نے کہا' ہاں ہم تو مومن ہیں۔ تو متکبرین نے صاف کہا کہ ہم نہیں مانتے۔ اور آیت میں ہے وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا الخ یعنی اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے فتنے میں ڈالا تا کہ وہ کہیں کیا' یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم سب میں سے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں؟

اور فرمایا' ہر بستی میں وہاں کے بڑے لوگ مجرم اور مکار ہوتے ہیں اور فرمان ہے وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا الخ جب کسی بستی کی ہلاکت کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو کچھ احکام دیتے ہیں۔ وہ نہیں مانتے' پھر ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی اور رسول بھیجا' وہاں کے جاہ و حشمت' شان و شوکت والے رئیسوں' امیروں' سرداروں اور بڑے لوگوں نے جھٹ اپنے کفر کا اعلان کر دیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے' ابورزینؒ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس میں شریک تھے۔ ایک تو سمندر پار چلا گیا' ایک وہیں۔ رہا جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو اس نے اپنے ساتھی سے لکھ کر دریافت کیا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب میں لکھا کہ گرے پڑے لوگوں نے اس کی بات مانی ہے۔ شریف قریشیوں نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس خط کو پڑھ کر وہ اپنی تجارت چھوڑ چھاڑ کر سفر کر کے اپنے شریک کے پاس پہنچا۔ یہ پڑھا لکھا آدمی تھا' کتابوں کا علم اسے حاصل تھا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ حضورؐ کہاں ہیں؟ معلوم کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟

آپ نے اسلام کے ارکان اس کے سامنے بیان فرمائے۔ وہ اسے سنتے ہی ایمان لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا، تمہیں اس کی تصدیق کیونکر ہوگئی؟ اس نے کہا' اس بات سے کہ تمام انبیاء کے ابتدائی ماننے والے ہمیشہ ضعیف مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور حضورؐ نے آدمی بھیج کر ان سے کہلوایا کہ تمہاری بات کی سچائی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ اسی طرح ہرقل نے کہا تھا جب کہ اس نے ابو سفیان سے ان کی جاہلیت کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی نسبت دریافت کیا تھا کہ کیا شریف لوگوں نے ان کی تابعداری کی ہے یا ضعیفوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ضعیفوں نے۔ اس پر ہرقل نے کہا تھا کہ ہر رسول کی اولاً تابعداری کرنے والے یہی ضعیف لوگ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا' یہ خوش حال لوگ مال و اولاد کی کثرت پر ہی فخر کرتے ہیں اور اسے اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ وہ کے پسندیدہ اللہ ہیں۔ اگر اللہ کی خاص عنایت و مہربانی ان پر نہ ہوتی تو انہیں یہ نعمتیں نہ دیتا۔ اور جب یہاں رب مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا۔ قرآن نے ہر جگہ اس کو رد کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمۡ الخ کیا ان کا خیال ہے کہ مال و اولاد کی اکثریت ان کے لئے بہتر ہے؟ نہیں بلکہ برائی ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ ایک اور آیت میں ہے وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ الخ ان کی مال و اولاد تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔ اس سے انہیں دنیا میں بھی سزا ہوگی اور مرتے دم تک یہ کفر پر ہی رہیں گے۔ اور آیات میں ہے ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا الخ یعنی مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جسے بہت سے فرزند دے رکھے ہیں اور ہر طرح کا عیش اس کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ تاہم اسے طمع ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ایسا نہیں۔ یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ زمانہ جانتا ہے کہ اسے میں دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھاؤں گا۔ اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہوا ہے جس کے دو باغ تھے' مال والا' پھلوں والا' اولاد والا تھا۔ لیکن کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا عذاب الٰہی سے سب چیزیں دنیا میں ہی تباہ اور خاک سیاہ ہوگئیں۔ اللہ جس کی روزی کشادہ کرنا چاہے' کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہے' تنگ کر دیتا ہے۔ دنیا میں تو وہ اپنے دوستوں دشمنوں سب کو دیتا ہے۔ غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضگی کی دلیل نہیں۔ بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں اکثر لوگ جان نہیں سکتے' مال و اولاد کو ہماری عنایت کی دلیل بنانا غلطی ہے۔ یہ کوئی ہمارے پاس مرتبہ بڑھانے والی چیز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم) ہاں اس کے پاس درجات دلانے والی چیز ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ ان کی نیکیوں کے بدلے انہیں بہت بڑھا چڑھا کر دیئے جائیں گے۔ ایک ایک نیکی دس دس گنا بلکہ سات سات سو گنا کر کے دی جائے گی۔ جنت کی بلند ترین منزلوں میں ہر ڈر خوف سے' غم سے پرامن ہوں گے۔ کوئی دکھ درد نہ ہوگا۔ ایذا اور صدمہ نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا' یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' جو نرم کلامی کرے' کھانا کھلائے' بکثرت روزے رکھے اور لوگوں کی نیند کے وقت تہجد پڑھے۔ (ابن ابی حاتم) جو لوگ اللہ کی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں' رسولوں کی تابعداری سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں' اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرنے دیتے' وہ جہنم کی سزا میں حاضر کئے جائیں گے اور برا بدلہ پائیں گے۔

وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓـئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ ؕ وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۳۹﴾

جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں' یہی ہیں جو عذاب میں حاضر کئے جائیں گے ○ اعلان کر دے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○

(آیت: ۳۸-۳۹) پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق جسے چاہے بہت ساری دنیا دیتا ہے اور جسے چاہے بہت کم دیتا ہے۔ کوئی سکھ چین میں ہے۔ کوئی دکھ درد میں مبتلا ہے۔ رب کی حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اس کی مصلحتیں وہی خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا تو دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور البتہ آخرت درجوں اور فضیلتوں میں بہت بڑی ہے۔ یعنی جس طرح فقر و غنا کے ساتھ درجوں کی اونچ نیچ یہاں ہے' اسی طرح آخرت میں بھی اعمال کے مطابق درجات و درکات ہوں گے۔ نیک لوگ تو جنتوں کے بلند و بالا خانوں میں اور بد لوگ جہنم کے نیچے کے طبقے کے جیل خانوں میں۔ دنیا میں سب سے بہتر شخص رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ ہے جو سچا مسلمان ہو اور بقدر کفایت روزی پاتا ہو اور اللہ کی طرف سے قناعت بھی دیا گیا ہو۔ (مسلم)

اللہ کے حکم یا اس کی اباحت کے ماتحت تم جو کچھ خرچ کرو گے' اس کا بدلہ وہ تمہیں دونوں جہان میں دے گا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ہر صبح ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اللہ بخیل کے مال کو تلف اور برباد کر۔ دوسرا دعا کرتا ہے' اللہ خرچ کرنے والے کو نیک بدلہ دے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا' بلال خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خیال بھی نہ کر۔ ابن ابی حاتم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تمہارے اس زمانے کے بعد ایسا زمانہ آ رہا ہے جو کاٹ کھانے والا ہو گا۔ مال ہو گا لیکن مالدار نے گویا اپنے مال پر دانت گاڑے ہوئے ہوں گے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے۔ پھر حضور ؐ نے اس آیت میں وَمَآ اَنْفَقْتُمْ الخ کی تلاوت فرمائی اور حدیث میں ہے' بدترین لوگ وہ ہیں جو بے بس اور مضطر لوگوں کی چیزیں کم داموں خریدتے پھریں۔ یاد رکھو ایسی بیع حرام ہے' مضطر کی بیع حرام ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو دوسرے کے ساتھ سلوک اور بھلائی کر ورنہ اس کی ہلاکت کو تو نہ بڑھا۔ (ابو یعلی موصلی) یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ضعیف بھی ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' کہیں اس آیت کا غلط مطلب نہ لے لینا۔ اپنے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی کرنا۔ روزیاں بٹ چکی ہیں' رزق مقسوم ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوا
يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ
كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ
لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ
ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۴۲﴾

ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ ○ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے۔ ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ۔ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر کو انہی پر ایمان تھا ○ پس آج تم میں سے کوئی بھی کسی کے لئے بھی کسی قسم کے نفع نقصان کا مالک

نہ ہوگا۔ ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے ○

مشرکین سے سوال: ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۲) مشرکین کو شرمندۂ لاجواب اور بے عذر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سوال ہوگا۔ جن کو مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انہیں اللہ سے ملا دیں۔ سوال ہوگا کہ کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟ جیسے سورۂ فرقان میں ہے ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِیۡ هٰۤؤُلَآءِ اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِیۡلَ یعنی کیا تم نے انہیں گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی سوال ہوگا کہ کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا؟ آپ جواب دیں گے کہ اللہ تیری ذات پاک ہے۔ جو کہنا مجھے سزاوار نہ تھا' اسے میں کیسے کہہ دیتا؟ اسی طرح فرشتے بھی اپنی برأت ظاہر کریں گے اور کہیں گے' تو اس سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ ہم تو خود تیرے بندے تھے۔ ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انہیں گمراہ کر دیا تھا۔ ان میں سے اکثر کا شیطان پر ہی اعتقاد تھا۔ جیسے فرمان باری ہے اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا وَاِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ یعنی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں جس پر اللہ کی پھٹکار ہے' پس جن جن سے تم مشرکو! لو لگائے ہوئے تھے' ان میں سے ایک بھی آج تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت و کرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یکسو ہو جائیں گے کیونکہ انہیں کسی کے کسی طرح کے نفع و ضرر کا اختیار تھا ہی نہیں۔ آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ لو جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے' آج اس کا مزہ چکھو۔

وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیۡدُ
اَنۡ یَّصُدَّكُمۡ عَمَّا كَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُكُمۡ ۚ وَقَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكٌ
مُّفۡتَرًی ؕ وَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ
اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَاۤ اٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنۡ كُتُبٍ یَّدۡرُسُوۡنَهَا وَمَاۤ
اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ قَبۡلَكَ مِنۡ نَّذِیۡرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۙ
وَمَا بَلَغُوۡا مِعۡشَارَ مَاۤ اٰتَیۡنٰهُمۡ فَكَذَّبُوۡا رُسُلِیۡ ۟ فَكَیۡفَ كَانَ
نَكِیۡرِ ﴿۴۵﴾ ع ۹

جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں تمہارے باپ دادوں کے معبودوں سے روک دینا چاہتا ہے۔ اس کے سوا کوئی بات نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو تراشا ہوا بہتان ہے ○ حق ان کے پاس آ چکا لیکن پھر بھی کافر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ ان کے والوں کو نہ تو ہم نے کتابیں دے رکھی ہیں جنہیں یہ پڑھتے ہوں نہ ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا آیا ہے ○ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھوٹا جانا تھا۔ انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا' یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔ انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر دیکھ کہ میرے عذابوں کی کیا کیفیت ہوئی ○

کافر عذاب الٰہی کے مستحق کیوں ٹھہرے؟ ☆☆ (آیت: ۴۳-۴۵) کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے جس کے باعث وہ

اللہ کے عذابوں کے مستحق ہوئے ہیں کہ اللہ کا کلام تازہ بتازہ اس کے افضل رسول کی زبان سے سنتے ہیں' قبول کرنا' ماننا اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف' کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے' اچھے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے۔ یہ قرآن تو اس کا خود تراشیدہ ہے۔ آپ ہی گھڑ لیتا ہے اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں' بالکل ظاہر ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ ان عربوں کی طرف نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا ہے۔ اس لئے انہیں مدتوں سے تمنا تھی کہ اگر اللہ کا رسول ہم میں آتا' اگر کتاب اللہ ہم میں اترتی تو ہم سب سے زیادہ مطیع اور پابند ہو جاتے۔ لیکن جب اللہ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو جھٹلانے اور انکار کرنے لگے' ان سے اگلی امتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت و طاقت' مال و متاع' اسباب دنیوی ان لوگوں سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ یہ تو ابھی ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذاب کے بعد نہ مال کام آئے' نہ اولاد اور کنبے قبیلے کام آئے۔ نہ قوت و طاقت نے کوئی فائدہ دیا۔ برباد کر دیئے گئے۔ جیسے فرمایا وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ یعنی ہم نے انہیں قوت و طاقت دے رکھی تھی۔ آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے' دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جب عذاب آیا' اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے' اس نے انہیں گھیر لیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام نہیں دیکھتے جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے' جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم غور کر لو! دیکھ لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اتارا؟

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى
وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ
اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

کہدے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی' تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں۔ وہ تو تمہیں ایک بڑی سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے ○

ضد اور ہٹ دھرمی کفار کا شیوہ: ☆☆ (آیت:۴۶) حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنون بتا رہے ہیں' ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ' تعصب اور ضد کو چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو۔ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمد مجنون ہے؟ اور ایمانداری سے ایک دوسرے کو جواب دے۔ ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے اور دوسروں سے بھی پوچھے لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کو دماغ سے نکال کر تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر غور کرے۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا' تمہارے دل سے آواز اٹھے گی کہ حقیقت میں حضورؐ کو جنون نہیں۔ بلکہ وہ تم سب کے خیر خواہ ہیں' دردمند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بے خبر ہو' وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' میں تین چیزیں دیا گیا ہوں' جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا۔ یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے وہ حلال نہیں ہوا۔ وہ مال غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے اور میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں اور ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنا دی گئی ہے تاکہ

میں اس کی مٹی سے تیمّم کرلوں اور جہاں بھی ہوں اور نماز کا وقت آ جائے نماز ادا کرلوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو دو دو اور ایک ایک۔ اور ایک مہینہ کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں آیت کا ذکر اور اسے جماعت سے یا الگ نماز پڑھ لینے کے معنی میں لے لینا یہ راوی کا اپنا قول ہو اور اس طرح بیان کر دیا گیا ہو کہ بظاہر وہ الفاظ حدیث کے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضورؐ کی خصوصیات کی حدیثیں بسند صحیح بہت سی مروی ہیں اور کسی میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو ان کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بے خبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق یَا صَبَاحَاہ کہہ کر بلند آواز کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا' اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کر کے چلا آ رہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح شام ہی تم پر حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ ہاں بیشک۔ ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپؐ نے فرمایا' سنو میں تمہیں اس عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابو لہب ملعون نے کہا' تیرے ہاتھ ٹوٹیں' کیا اسی کے لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ تَبَّتْ يَدَآ الخ اتری۔ یہ حدیثیں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور ہمارے پاس آ کر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا لوگو! میری اور اپنی مثال جانتے ہو؟ انہوں نے کہا' اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو پورا علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا' میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جن پر دشمن حملہ کرنے والا تھا۔ انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کی نقل و حرکت سے انہیں مطلع کرے۔ اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ لپکتا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے اطلاع پہنچانے سے پہلے ہی دشمن حملہ نہ کر دے۔ اس لئے اس نے راستے میں سے ہی اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا' ہوشیار ہو جاؤ۔ دشمن آ پہنچا' تین مرتبہ یہی کہا۔ ایک اور حدیث میں ہے' میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے۔ قریب تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے ہی آ جاتی۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿47﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿48﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿49﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿50﴾

کہہ دے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں' وہ تمہیں ہی دیا میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ وہ ہر چیز پر حاضر اور مطلع ہے ○ کہہ دے کہ میرا رب حق (سچی وحی) نازل فرماتا ہے۔ وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے ○ کہہ دے کہ حق آ چکا۔ باطل نہ تو پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھر سکے گا ○ کہہ دے کہ اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ ہی پر ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو بہ سبب اس وحی کے جو میرے پروردگار نے مجھ کی ہے۔ وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت ہی قریب ہے ○

مشرکین کو دعوت اصلاح: ☆☆ (آیت: ۴۷-۵۰) حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرما دیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں' تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں' وعظ و نصیحت کرتا ہوں' اس پر میں تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں ہوں۔ بدلہ تو اللہ ہی دے گا جو تمام چیزوں کی حقیقت سے مطلع ہے۔ میری تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے۔ پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت يُلْقِي الرُّوْحَ الخ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمان

سے حضرت جبرئیلؑ کو جس پر چاہتا ہے' اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے۔ وہ حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے۔ وہ علام الغیوب ہے۔ اس پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ اللہ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آ چکی۔ باطل پراگندہ اور بودا ہو کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ہم باطل پر حق کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور وہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا حق آ گیا' باطل مٹ گیا۔ وہ تھا ہی مٹنے والا۔ (بخاری۔ مسلم) باطل کا اور ناحق کا دباؤ سب ختم ہو گیا۔ بعض مفسرین سے مروی ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے' نہ مردے کو زندہ کر سکے' نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت حاصل ہے۔ بات تو یہ بھی سچی ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔

پھر جو فرمایا' اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی وحی میں ہے۔ وہی سراسر حق ہے اور ہدایت و بیان و رشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب کہ مفوضہ کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا' اسے میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں۔ اگر صحیح ہو تو اللہ کی طرف سے ہے' اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے بری ہے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے' اور قریب ہے۔ پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے اصحابؓ سے فرمایا' تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے۔ جسے تم پکار رہے ہو' وہ سمیع و قریب و مجیب ہے۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾
وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ
كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾
وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ
قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۹ / ۱۲

تجھے سخت تعجب ہو اگر تو دیکھے کہ جب یہ کفار گھبرا رہے ہوں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو گی اور قریب ہی کی جگہ سے گرفتار کر لئے جائیں گے ○ اس وقت کہیں گے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے لیکن اس قدر دور جگہ سے کیسے ہاتھ پہنچ سکتا ہے؟ ○ اس سے پہلے تو انہوں نے اس سے کفر کیا تھا اور دور دراز سے بن دیکھے ہی پھینکتے رہے ○ ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔ یہ تھے ہی شک و تردد میں ○

عذاب قیامت اور کافر: ☆☆ (آیت: ۵۱-۵۴) اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی کاش کہ آپ ان کافروں کی قیامت کے دن کی گھبراہٹ دیکھتے کہ ہر چند عذاب سے چھٹکارا چاہیں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔ نہ بھاگ کر' نہ چھپ کر' نہ کسی کی حمایت سے' نہ کسی کی پناہ سے۔ بلکہ فوراً ہی قریب سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ ادھر قبروں سے نکلے' ادھر پھانس لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے' ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ قتل و اسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں۔ بعض کہتے ہیں' بنو عباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان لشکروں کا زمین میں دھنسایا جانا مراد ہے۔ ابن جریرؒ نے اسے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے۔ لیکن تعجب سا تعجب ہے کہ امام صاحب نے اس

کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا۔ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ الخ کاش کہ تو دیکھتا جبکہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ سن لیا' ہمیں یقین آ گیا۔ اب تو ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم دل سے مانیں گے۔ لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھائے اور اس کے ہاتھ نہیں آ سکتی' اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہیے تھا۔ تو آخرت میں ایمان لانا بے سود ہے۔ اب نہ دنیا میں لوٹائے جائیں نہ اس وقت کی گریہ وزاری' توبہ وفریاد' ایمان واسلام کچھ کام آئے گا۔ اس سے پہلے دنیا میں تو منکر رہے۔ نہ اللہ کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو' اسی طرح اللہ کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے۔ نبی کو کبھی کاہن کہہ دیا' کبھی شاعر بتا دیا۔ کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون۔ صرف اٹکل پچو کے ساتھ قیامت کو جھٹلاتے رہے اور بے دلیل اوروں کی عبادت کرتے رہے' جنت دوزخ کا مذاق اڑاتے رہے' اب ایمان اور ان میں حجاب آ گیا۔ توبہ میں اور ان میں پردہ پڑ گیا۔ دنیا ان سے چھوٹ گئی۔ یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ ابن ابی حاتم میں یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا۔ جب وہ مر گیا اور اس کا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔ اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور سمجھایا۔ اس نے غصے میں آ کر سب چیزیں بیچ کر روپیہ لے کر عین شجاجہ کے پاس آ کر ایک محل تعمیر کرا کر یہاں رہنے لگا۔ ایک روز زور کی آندھی اٹھی جس میں ایک بہت خوبصورت خوشبودار عورت اس کے پاس آ گری۔ اس نے اس سے پوچھا' تم کون ہو؟ اس نے کہا' بنی اسرائیلی شخص ہوں۔ کہا' یہ محل اور مال آپ کا ہے؟ اس نے کہا' ہاں۔ پوچھا آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا نہیں۔ کہا' پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟ اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ کہا' پھر مجھے قبول کرو' اس نے جواب دیا' میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں۔ کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے کر چلو اور میرے ہاں آؤ۔ راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔ اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا۔ میل بھر دور جا کر ایک نہایت عالی شان محل دیکھا۔ دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا' پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں بنی اسرائیلی ہوں۔ کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا' اس مکان کی مالکہ نے بلوایا ہے۔ پوچھا راستے میں کچھ ہولناک چیزیں بھی دیکھیں جواب دیا۔ ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت تو میں ہول ودہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔ میں چلا ایک چوڑے راستے پر۔ پہنچا تو دیکھا کہ ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں ہیں اور بھونک رہے ہیں۔ اس نوجوان نے کہا' تو اسے نہیں پائے گا۔ یہ تو آخر زمانے میں ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔ میں اور آگے بڑھا تو دیکھا' ایک سو بکریاں ہیں جن کے تھن دودھ سے پر ہیں۔ ایک بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے۔ جب دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ منہ کھول دیتا ہے۔ گویا اور مانگ رہا ہے۔ اس نوجوان دربان نے کہا' تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ یہ مثال تجھے بتائی گئی ہے ان بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے۔ لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے کہ اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم وزیادتی کر کے منہ پھیلائے رہیں گے۔ اس نے کہا' میں اور آگے بڑھا تو میں نے ایک درخت نہایت تر وتازہ' خوش رنگ اور خوش وضع دیکھا۔ میں نے اس کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی کہ اے بندہ الہی! میری ڈالی توڑ جا۔ پھر تو ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی۔ دربان نے

کہا۔ تو اسے بھی نہیں پائے گا۔

اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے کسی عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں گی۔ اس نے کہا' میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے۔ پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا' تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علماء اور واعظ ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے۔ بھلی باتیں بتائیں گے لیکن خود عامل نہیں ہوں گے بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ پھر جو میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکری ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں۔ بعض نے دم تھام رکھی ہے۔ بعض نے سینگ پکڑ رکھے ہیں' بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دوہ رہے ہیں۔ اس نے کہا' یہ مثال ہے دنیا کی جو اس کے پیر تھامے ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے گر گئے۔ جنہیں یہ نہ ملی۔ جس نے سینگ تھام رکھے ہیں' یہ وہ ہے جو اپنا گزارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے۔ دم پکڑنے والے وہ ہیں جن سے دنیا بھاگ چکی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہیں تم نے اس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خوشی ہو۔ یہ مستحق مبارک باد ہیں۔ اس نے کہا' میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنوے میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے۔ جس حوض میں سے پانی پھر کنویں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا' یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔ اس نے کہا' پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص نے دانے زمین میں بوئے' اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا' یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اس نے کہا' میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا پڑا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا' بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دو' واللہ جب سے پیدا ہوا ہوں' بیٹھا ہی نہیں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دوڑا یہاں تک کہ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا' یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی۔ میں ملک الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے' اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا' اللہ کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں۔ پھر تجھے جہنم رسید کروں۔

اس کے بارے میں یہ آیت وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ الخ' نازل ہوئی۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت میں بھی نظر ہے۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں کی جب موت آتی ہے' ان کی روح حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتا ہے۔ جیسے اس مغرور و مفتون شخص کا حال ہوا کہ گیا تو عورت ڈھونڈھنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے۔ امید پوری ہونے سے پہلے روح پرواز کر گئی۔ پھر فرماتا ہے' ان سے پہلے کی امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا۔ وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے۔ جو محض بے سود تھی۔ جیسے فرمان عالی شان ہے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا الخ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے' ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک الٰہی بتاتے تھے' ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ ان سے پہلوں میں بھی یہی طریقہ الٰہی جاری رہا' کفار نفع سے محروم ہی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک شبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے عذاب کے دیکھنے کے بعد کا ایمان بے کار رہا۔ حضرت قتادہؒ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی' وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا ہے' اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ سبا کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورة فاطر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾

ساتھ نام اللہ بخشش ومہربانی والے کے

اس معبود برحق کے لئے تمام تر تعریفیں سزاوار ہیں جو ابتداً آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام پہنچانے والا بنانے والا ہے۔ مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے ○

(آیت:۱) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' فَاطِر کے بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبان سے سن کر معلوم کئے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا۔ ایک کنوے کے بارے میں ان کا اختلاف تھا تو اعرابی نے کہا اَنَا فَطَرۡتُھَا یعنی پہلے پہل میں نے ہی اسے بنایا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ابتداً بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔ ضحاکؒ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے۔ جو پروالے ہیں اُڑتے ہیں تاکہ جلدی سے اللہ کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں۔ ان میں سے بعض دو پروں والے ہیں۔ بعض کے تین تین ہیں۔ بعض کے چار چار پر ہیں۔ بعض ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کو دیکھا۔ ان کے چھ سو پر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق ومغرب جتنا فاصلہ تھا۔ یہاں بھی فرماتا ہے' رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے۔ جس سے چاہتا ہے' اس سے بھی زیادہ پر کر دیتا ہے۔ اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔ اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی ہے۔ چنانچہ ایک شاذ قراءت فِی الۡحَلۡقِ ''ح'' کے ساتھ بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ ؕ ہَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰہِ یَرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۫ۖ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۳﴾

اللہ تعالیٰ اپنی جس رحمت کو لوگوں کے لئے کھول دے' اسے بند کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ روک لے' اسے اس کے سوا بھیجنے والا کوئی نہیں۔ وہ غالب اور باحکمت ہے ○ لوگو تم پر جو انعام اللہ نے کئے ہیں' انہیں یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے جاتے ہو ○

اللہ ہر چیز پر غالب ہے: ☆☆ (آیت:۲) اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے۔ بغیر اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے' اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روک لے' اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ یہ کلمات پڑھتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ اور حضورؐ فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے اور آپ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماؤں کی نافرمانیوں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے۔ (بخاری۔مسلم وغیرہ)

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر یہ فرماتے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ اَهْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اسی آیت جیسی آیت وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ الخ ہے اور بھی اس کی نظیر کی آیتیں بہت سی ہیں۔ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے' ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ (ابن ابی حاتم)

(آیت:۳) اس بات کی دلیل یہاں ہو رہی ہے کہ عبادتوں کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے کیونکہ خالق و رازق صرف وہی ہے۔ پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا فاش غلطی ہے۔ دراصل اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں۔ پھر تم اس واضح دلیل اور ظاہر برہان کے بعد کیسے بہک رہے ہو؟ اور دوسروں کی عبادت کی طرف جھکے جاتے ہو؟ واللہ اعلم۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے کے تمام رسول بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔ تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تمہیں زندگانی دنیا دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے ○ یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم اسے دشمن ہی جانو۔ وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں ○

مایوسی کی ممانعت: ☆☆ (آیت:۴-۶) اے نبی ﷺ اگر آپؐ کے زمانے کے کفار آپؐ کی مخالفت کریں اور آپؐ کی بتائی ہوئی توحید اور خود آپؐ کی سچی رسالت کو جھٹلائیں تو آپ شکستہ دل نہ ہو جایا کریں۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ سب کاموں کا مرجع اللہ کی طرف ہے۔ وہ سب کو ان کے تمام کاموں کے بدلے دے گا اور سزا جزا سب کچھ ہوگی' لوگو قیامت کا دن حق ہے۔ وہ یقیناً آنے والا ہے۔ وہ وعدہ اٹل ہے۔ وہاں کی نعمتوں کے بدلے یہاں کے فانی عیش پر الجھ نہ جاؤ۔ دنیا کی ظاہری عیش کہیں تمہیں وہاں کی حقیقی خوشی سے محروم نہ کر

دے-اسی طرح شیطان مکار سے بھی ہوشیار رہنا-اس کے چلتے پھرتے جادو میں نہ پھنس جانا-اس کی جھوٹی اور چکنی چپڑی باتوں میں آ کر اللہ رسول کے حق کلام کو نہ چھوڑ بیٹھنا-سورۂ لقمان کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے-پس غرور یعنی دھوکے باز یہاں شیطان کو کہا گیا ہے-جب مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان قیامت کے دن دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا-جس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور ظاہری حصے میں عذاب ہوگا اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ساتھی تو تھے لیکن تم نے تو اپنے تئیں فتنے میں ڈال دیا تھا اور سوچتے ہی رہے-شک شبہ دور ہی نہ کیا-خواہشوں کو پورا کرنے میں ڈوبے رہے-یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں بہلاوے میں ہی رکھا-اس آیت میں بھی شیطان کو غرور کہا گیا ہے' پھر شیطانی دشمنی کو بیان کیا کہ وہ تو تمہیں مطلع کر کے تمہاری دشمنی اور بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے-پھر تم کیوں اس کی باتوں میں آ جاتے ہو؟ اور اس کے دھوکے میں پھنس جاتے ہو؟ اس کی اور اس کی فوج کی تو عین تمنا ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر جہنم میں لے جائے-اللہ تعالیٰ قوی و عزیز سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن ہی رکھے اور اس کے مکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے-وہ ہر چیز پر قادر ہے-اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے-جس طرح اس آیت میں شیطان کی دشمنی کا بیان کیا گیا ہے' اسی طرح سورۂ کہف کی آیت وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ الخ میں بھی اس کی دشمنی کا ذکر ہے-

(آیت:۷-۸) اوپر بیان گزرا تھا کہ شیطان کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے-اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت عذاب ہے-اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں-مومنوں سے جو گناہ بھی ہو جائیں' بہت ممکن ہے کہ اللہ انہیں معاف فرما دے اور جو نیکیاں ان کی ہیں' ان پر انہیں بڑا بھاری اجر و ثواب ملے گا' کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت و گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے-پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہیے-مقدرات الٰہی جاری ہو چکے ہیں-مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا-ہدایت و ضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے-کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں-لوگوں کے تمام افعال اس پر واضح ہیں-آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا-پھر ان پر اپنا نور ڈالا-پس جس پر وہ نور پڑ گیا' وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن وہ نور نہ ملا' وہ دنیا میں آ کر بھی ہدایت سے بہرہ ور نہ ہو سکا-اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا-(ابن ابی حاتم) اور روایت میں ہے کہ ہمارے پاس حضور ﷺ آئے اور فرمایا' اللہ کے لئے ہر تعریف ہے جو گمراہی سے ہدایت پر لاتا ہے اور جس پر چاہتا ہے' گمراہی خلط ملط کر دیتا ہے-یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے-

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ ع
فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ
فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا
يَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ
اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹

جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے ○ کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال زینت دیئے گئے ہیں اور وہ انہیں اچھے اعمال سمجھ رہا ہے یقین مانو کہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے پس تجھے ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے ○ اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا بھی ہے ○

موت کے بعد زندگی: ☆☆ (آیت:۹) قرآن کریم میں موت کے بعد کی زندگی پر عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال کیا گیا ہے۔ جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے۔ بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے کوئی تروتازگی اس میں نظر نہیں آتی لیکن بادل اٹھتے ہیں پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریاول ہی ہریاول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں میں بکھرے پڑے ہوں گے۔ ایک سے ایک الگ ہوگا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے اگ آتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی۔ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔ یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا کہ اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے ابورزین کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہرا رہی ہے۔ حضرت ابورزین نے جواب دیا ہاں حضورؐ یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دے گا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ ہی کی ساری عزت ہے۔ تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل بھی جسے وہ بلند کرتا ہے۔ جو لوگ برائیوں کے داؤ گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت تر عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا ○ لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مرد عورت بنا دیا ہے۔ عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا

ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر یہ سب بالکل آسان ہے ○

عزت اللہ کے پاس ہے: ☆☆ (آیت:۱۰-۱۱) جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہوا سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہیے۔ وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔ ساری عزتیں اسی کی ملکیت میں ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو وہ عزت کے حصول سے مایوس ہو جائیں کیونکہ عزتیں تو اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمان عالی شان ہے' تجھے ان کی باتیں غم ناک نہ کریں' تمام تر عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

اور آیت میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسولؐ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے لیکن منافق بے علم ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' بتوں کی پرستش میں عزت نہیں۔ عزت والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس بقول قتادہؒ آیت کا یہ مطلب ہے کہ طالب عزت کو احکام الٰہی کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے' وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر' تلاوت' دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جتنی حدیثیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں' سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلِلّٰهُ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے' وہ مجمع ان کلمات کے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ رب العالمین عزوجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ کی تلاوت کی۔ (ابن جریر)

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں' سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اللّٰهُ اَكْبَرُ عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے رہتے ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والا کا ذکر اللہ کے سامنے کرتے رہتے ہیں اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو لوگ اللہ کا جلال اس کی تسبیح' اس کی حمد' اس کی بڑائی' اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں' ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس اللہ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ پاک کلموں سے مراد ذکر الٰہی ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر الٰہی اور ادائے فریضہ کرے' اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے' اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے۔ اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے بلکہ ایاس بن معاویہ قاضیؒ فرماتے ہیں' قول بغیر عمل کے مردود ہے۔ برائیوں کے گھات میں لگنے والے وہ لوگ ہیں جو مکاری اور ریاکاری سے اعمال کرتے ہیں۔ لوگوں پر گو یہ ظاہر ہو کہ وہ اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ برے ہیں۔ جو نیکیاں صرف دکھاوے کی کرتے ہیں۔ یہ ذکر اللہ بہت ہی کم کرتے ہیں۔

عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں' اس سے مراد مشرک ہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ مشرک اس میں بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر فاسد و باطل ہے۔ ان کا جھوٹ آج نہیں تو کل کھل جائے گا۔ عقل مند ان کے مکر سے واقف ہو جائیں گے۔ جو شخص جو کچھ کرے' اس کا اثر اس کے چہرے پر ہی ظاہر ہو جاتا ہے اس کی زبان اسی رنگ سے رنگ دی جاتی ہے۔ جیسا باطن ہوتا ہے'

اسی کا عکس ظاہر پر بھی پڑتا ہے۔ ریا کار کی بے ایمانی لمبی مدت تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہاں کوئی بے وقوف اس کے دام میں پھنس جائے تو اور بات ہے۔ مومن پورے عقل منداور کامل دانا ہوتے ہیں۔ وہ ان دھوکے بازوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس عالم الغیب اللہ پر تو کوئی بات بھی چھپ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا۔ پھر تمہیں جوڑا جوڑا بنایا یعنی مرد وعورت۔ یہ بھی اس کا لطف وکرم اور انعام واحسان ہے کہ مردوں کے لئے بیویاں بنائیں جوان کے سکون وراحت کا سبب ہیں۔ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اسے خبر ہے بلکہ ہر پتے کے جھڑنے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے اور ہر تر وخشک چیز کا اسے علم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى الخ ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی گزر چکی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے۔ یہ بھی اس کے پاس لکھا ہوا ہے وَمَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ میں ہ کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین ہی نہیں اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی۔ جنس کی طرف بھی ضمیر لوٹتی ہے۔

جیسے عرب میں کہا جاتا ہے عِنْدِىْ ثَوْبٌ وَّ نِصْفُهٗ یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص کے لئے اللہ نے طویل عمر مقدر کی ہے وہ اسے پوری کر کے ہی رہے گا لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ وہیں تک پہنچے گی اور جس کے لئے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی۔ یہ سب کچھ اللہ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ بعض انسان سو سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی۔ کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب اللہ کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب علم الٰہی میں ہے اور اس کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جو یہ چاہے کہ اس کی روزی اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور فرماتے ہیں کسی کی اجل آ جانے کے بعد اسے مہلت نہیں ملتی۔ زیادتی عمر سے مراد نیک اولاد کا ہونا ہے جس کی دعائیں اسے اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر میں پہنچتی رہتی ہیں۔ یہی زیادتی عمر ہے۔ یہ اللہ پر آسان ہے۔ اس کا علم اس کے پاس ہے۔ اس کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ اس پر کچھ مخفی نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور برابر نہیں دو دریا۔ یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے۔ پینے میں رچتا پچتا اور یہ دوسرا کھاری ہے کڑوا۔ تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور کیا عجب کہ تم اس کا شکر

بھی کرو ۞

قدرت الٰہی: ☆☆ (آیت:۱۲) مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے۔ ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرا ساکن دریا جس کا پانی کھاری اور کڑوا ہے۔ جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہیں پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو یعنی لولو اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کر لو۔ تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو تا کہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہاری تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے دریاؤں سے کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے اللہ نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ یہ صرف اس کا ہی فضل و کرم ہے۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ
وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن
تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ ع ۷

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک معیاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا۔ اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ۞ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ تجھے کوئی بھی حق تعالیٰ خبردار جیسی خبریں نہ دے گا ۞

(آیت:۱۳-۱۴) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں، کبھی گرمیاں ہیں۔ اسی نے سورج اور چاند کو تھمے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے۔ مقدار معین پر اللہ کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے اللہ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے۔ اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اور اللہ کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ کے پاس بڑے درجے رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں، جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں۔ اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں، اس لئے وہ تمہاری حاجت برآری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔ تم سے بیزار نظر آئیں گے۔

جیسے فرمایا وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کو نہ قبول کر سکیں بلکہ ان کی دعا سے وہ محض بے خبر اور غافل ہیں اور میدان محشر میں وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا الخ یعنی اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا بلکہ وہ ان کی عبادتوں سے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔ بھلا بتاؤ تو اللہ جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے؟ جو اس نے فرمایا' وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ جو کچھ ہونے والا ہے' اس سے اللہ تعالیٰ پورا خبردار ہے۔ اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج اور فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ غنی اور تعریفوں والا ہے ○ اگر وہ چاہے تو تم سب کو برباد کر دے اور نئی مخلوق لا دے ○ اللہ پر یہ کام کوئی مشکل نہیں ○ کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت دار ہی ہو۔ تو صرف انہی کو آگاہ کر سکتا ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ جو بھی پاک ہو جائے' وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاک ہوگا۔ لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے ○

اللہ قادر مطلق: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۸) اللہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پرواہ ہے اور سب اس کے حاجت مند ہیں۔ اس کے سامنے ہر کوئی ذلیل ہے اور وہ عزیز ہے۔ کسی قسم کی حرکت و سکون پر کوئی قادر نہیں۔ سانس تک لینا کسی کے بس میں نہیں۔ مخلوق بالکل ہی بے بس ہے۔ غنی' بے پرواہ اور بے نیاز صرف اللہ ہی ہے۔ تمام باتوں پر قادر وہی ہے۔ وہ جو کرتا ہے' اس میں قابل تعریف ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت و تعریف سے خالی نہیں۔ اپنے قول میں' اپنے فعل میں' اپنی شرع میں' تقدیروں کے مقرر کرنے میں غرض ہر طرح سے وہ بزرگ اور لائق حمد و ثنا ہے۔ لوگو اللہ کی قدرت ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو غارت و برباد کر دے اور تمہارے عوض دوسرے لوگوں کو لائے' رب پر یہ کام کچھ مشکل نہیں' قیامت کے دن کوئی دوسرے کے گناہ اپنے اوپر نہ لے گا۔ اگر کوئی گنہگار اپنے بعض یا سب گناہ دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت بھی اس کی پوری نہ ہوگی۔

کوئی نہ ملے گا کہ اس کا بوجھ بٹائے۔ عزیز و اقارب بھی منہ موڑ لیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے گو ماں باپ اور اولاد ہو۔ ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں' پڑوسی پڑوسی کے پیچھے پڑ جائے گا' اللہ سے عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھ سے اپنا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا؟ کافر مومن کے پیچھے لگ جائے گا اور جو احسان اس نے دنیا میں کئے تھے'

وہ یاد دلا کر کہے گا کہ آج میں تیرا محتاج ہوں۔ مومن بھی اس کی سفارش کرے گا اور ہوسکتا ہے کہ اس کا عذاب قدرے کم ہو جائے گو جہنم سے چھٹکارا محال ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو اپنے احسان جتائے گا اور کہے گا کہ رائی کے ایک دانے برابر مجھے آج اپنی نیکیوں میں سے دے دے۔ وہ کہے گا' ابا آپ چیز تو تھوڑی سی طلب فرما رہے ہیں لیکن آج تو جو کھٹکا آپ کو ہے' وہی مجھے بھی ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ پھر بیوی کے پاس جائے گا' اس سے کہے گا' میں نے تیرے ساتھ دنیا میں کیسے سلوک کیے ہیں؟ وہ کہے گی' بہت ہی اچھے۔ یہ کہے گا' آج میں تیرا محتاج ہوں۔ مجھے ایک نیکی دے دے تاکہ عذابوں سے چھوٹ جاؤں۔ جواب ملے گا کہ سوال تو بہت ہلکا ہے لیکن جس خوف میں تم ہو' وہی ڈر مجھے بھی لگا ہوا ہے۔ میں تو کچھ بھی سلوک آج نہیں کر سکتی۔

قرآن کریم کی اور آیت میں ہے لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا یعنی آج نہ باپ بیٹے کے کام آئے نہ بیٹا باپ کے کام آئے۔ اور فرمان ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الخ' آج انسان اپنے بھائی سے' ماں سے' باپ سے' بیوی سے اور اولاد سے بھاگتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنے حال میں مست و بے خود ہوگا۔ ہر ایک دوسرے سے غافل ہوگا' تیرے وعظ و نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل مند اور صاحب فراست ہوں۔ جو اپنے رب سے قدم قدم پر خوف کرنے والے اور اطاعت الٰہی کرتے ہوئے نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔ نیک اعمال خود تم ہی کو نفع دیں گے۔ جو پاکیزگیاں تم کرو' ان کا نفع تم ہی کو پہنچے گا۔ آخر اللہ کے پاس جانا ہے' اس کے سامنے پیش ہونا ہے' حساب کتاب اس کے سامنے ہونا ہے' اعمال کا بدلہ وہ خود دینے والا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي
الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾

برابر نہیں اندھا اور دیکھتا اور نہ اندھیرے اور نہ اجالا ○ اور نہ سایہ اور نہ لو (دھوپ) ○ اور نہیں برابر ہوتے زندے اور نہ مردے۔ اللہ جسے چاہے سنا دے۔ تو نہیں نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں ○

ایک موازنہ: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۲) ارشاد ہوتا ہے کہ مومن و کافر برابر نہیں۔ جس طرح اندھا اور دیکھتا' اندھیرا اور روشنی' سایہ اور دھوپ' زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ جس طرح ان چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' اسی طرح ایمان دار اور بے ایمان میں بھی بے انتہا فرق ہے۔ مومن آنکھوں والے اجالے' سائے اور زندہ کی مانند ہے۔ برخلاف اس کے کافر اندھے' اندھیرے اور بھرپور لو والی گرمی کی مانند ہے۔ جیسے فرمایا اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ الخ یعنی جو مردہ تھا' پھر اسے ہم نے زندہ کر دیا اور اسے نور دیا جسے لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ ایسا شخص اور وہ شخص جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہیں سکتا' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور آیت میں ہے مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ الخ' یعنی ان دونوں جماعتوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھنے اور سننے والوں کی سی ہے۔ مومن تو آنکھوں اور کانوں والا' اجالے اور نور والا ہے۔ پھر راہ مستقیم پر ہے جو صحیح طور پر سایوں اور نہروں والی جنت میں پہنچے گا۔ اور اس کے برعکس کافر اندھا بہرا اور اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہ سکے گا اور ٹھیک جہنم میں پہنچے گا۔ جو تند و تیز حرارت اور گرمی والی آگ کا مخزن ہے۔ اللہ جسے چاہے سنا دے یعنی اس طرح سننے کی توفیق دے کہ دل سن کر قبول بھی کرتا جائے۔ تو قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔

إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن
مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ
الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَٰتِ وَبِالزُّبُرِ
وَبِالْكِتَٰبِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ كَانَ
نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِۦ ع ۳
ثَمَرَٰتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَٰنُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ وَحُمْرٌ
مُّخْتَلِفٌ أَلْوَٰنُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾

تو تو صرف ڈر کی خبر پہنچا دینے والا ہے O یقیناً ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے O کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈر سنانے والا نہ گذرا ہو۔ اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلوں نے بھی جھٹلایا ہے جن کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں اور نامہ الٰہی اور روشن کتاب لے کر آئے تھے O بالآخر میں نے منکروں کی گرفت کر لی۔ سو دیکھ لو کہ میرا انکار کیسا کچھ ہوا O کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے۔ پھر ہم اس کے ذریعے سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کرتے ہیں اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید و سرخ اور رنگ بہ رنگ اور سخت سیاہ O

(آیت:۲۳-۲۶) یعنی جس طرح کوئی مرنے کے بعد قبر میں دفنا دیا جائے تو اسے پکارنا بے سود ہے اسی طرح کفار ہیں کہ ہدایت ودعوت ان کے لئے بے کار ہے۔ اسی طرح ان مشرکوں پر ان کی بدبختی چھا گئی ہے اور ان کی ہدایت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ تو انہیں کسی طرح ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ تیرے ذمے صرف تبلیغ ہے ہدایت وضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں رسول آتا رہا۔ تاکہ ان کا عذر باقی نہ رہ جائے۔

جیسے اور آیت میں ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا الخ وغیرہ ان کا تجھے جھوٹا کہنا کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا ہے۔ جو بڑے بڑے معجزات، کھلی کھلی دلیلیں، صاف صاف آیتیں لے کر آئے تھے۔ اور نورانی صحیفے ان کے ہاتھوں میں تھے آخر ان کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے انہیں عذاب وسزا میں گرفتار کر لیا۔ دیکھ لے کہ پھر میرے انکار کا نتیجہ کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد ہوئے؟ واللہ اعلم۔

رب کی قدرتیں: ☆☆ (آیت:۲۷) رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گونا گوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سرخ، سبز، سفید وغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ، ہر ایک کا ذائقہ جداگانہ۔ جیسے اور آیت میں فرمایا وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ الخ یعنی کہیں انگور ہے، کہیں کھجور ہے، کہیں کھیتی ہے وغیرہ۔ اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے۔ کوئی سفید ہے۔ کوئی سرخ ہے۔ کوئی کالا ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں۔ کوئی لمبا ہے۔ کوئی ناہموار ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۗ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

ٹھیک اسی طرح خود انسانوں میں اور جانوروں میں اور چوپایوں میں بھی مختلف رنگ کے ہیں۔ یادرکھو اللہ سے صرف اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو ذی علم ہیں۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ غالب اور بخشنے والا ہے ○

(آیت: ۲۸) ان بے جان چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو۔ انسانوں کو جانوروں کو چوپایوں کو دیکھو۔ ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گلکاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالیہ رومی بالکل سفید رنگ عرب درمیانہ ہندی ان کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ تمہاری بول چال کا اختلاف تمہاری رنگتوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لئے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ سب سے اچھا خالق اللہ کیسی کیسی برکتوں والا ہے۔ مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے۔ سرخ زرد اور سفید۔ یہ حدیث مرسل اور موقوف بھی مروی ہے۔

اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوف الٰہی کرنا چاہیے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ جاننے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر اللہ کی ذات سے متعلق معلومات زیادہ رکھے گا اسی قدر اس عظیم وقدیر واللہ کی عظمت وہیبت اس کے دل میں بڑھے گی اور اسی قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی۔ جو جانے گا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے۔ اس کے فرمان پر یقین کرے۔ اس کی نصیحت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے۔ اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور اللہ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو درپردہ بھی اللہ سے ڈرتا رہے اور اللہ کی رضا اور پسند کو چاہے رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں۔ علم نام ہے بکثرت اللہ سے ڈرنے کا۔ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں۔ علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصریؒ فرماتے ہیں علم کثرت روایات کا نام نہیں بلکہ علم اس کا جس کی تابعداری اللہ کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب وسنت اور جو صحابہؓ اور ائمہ سے پہنچا ہو وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے۔ مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ عالم بامر اللہ۔ اور عالم باللہ وبامر اللہ عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ وبامر اللہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور حدود وفرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو لیکن حدود وفرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود وفرائض کو تو جانتا ہو لیکن اس کا دل اللہ کے خوف سے خالی ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہتے ہیں وہ اس تجارت کے خواہاں ہیں جو کبھی مندی نہیں ہوتی ○ تاکہ انہیں ان کے پورے اجر دے بلکہ اپنے فضل سے اور زیادتی عطا فرمائے ○ اللہ بڑا ہی بخشنہار اور بڑا ہی قدردان ہے۔ جو کتاب ہم نے بذریعہ وحی کے تیری طرف نازل فرمائی ہے وہ سراسر حق ہے اور اگلی کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پورا خبردار اور انہیں بخوبی دیکھنے والا ہے ○

کتاب اللہ کی تلاوت کے فضائل: ☆☆ (آیت: ۲۹-۳۰) مومن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ ایمان کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں۔ عمل بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نماز کے پابند زکوٰۃ خیرات کے عادی ظاہر و باطن اللہ کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے اعمال کے ثواب کے امیدوار اللہ سے ہوتے ہیں جس کا ملنا یقینی ہے۔ جیسے کہ اس تفسیر کے شروع میں فضائل قرآن کے ذکر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ کلام اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں کے پیچھے ہے انہیں ان کے پورے ثواب ملیں گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ملیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔ اللہ گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدردان ہے۔ حضرت مطرف رحمہ اللہ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے تھے۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثنا کرتا ہے جو اس نے کی نہ ہوں اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسی طرح برائیوں کی۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔

فضائل قرآن: ☆☆ (آیت: ۳۱) قرآن اللہ کا حق کلام ہے اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہتی ہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔ رب خبیر و بصیر ہے۔ ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے۔ انبیاء کو اور انسانوں پر اس نے اپنے وسیع علم سے فضیلت دی ہے۔ پھر انبیاء میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں اور علی الاطلاق حضور محمد ﷺ کا درجہ سب سے بڑا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء پر درود و سلام بھیجے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾

پھر اس کتاب کے وارث ہم نے اپنے پسندیدہ بندوں کو بنا دیا۔ پس بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے درمیانہ درجے کے

ہیں اور بعض وہ ہیں جو بتوفیق الٰہی نیکیوں میں سبقت کرتے چلے جاتے ہیں۔ بہت بڑا فضل بھی یہی ہے ○

عظمت قرآن کریم اور ملت بیضا: ☆☆ (آیت:۳۲) جس کتاب کا اوپر ذکر ہوا تھا' اس بزرگ کتاب یعنی قرآن کریم کو ہم نے اپنے چیدہ بندوں کے ہاتھوں میں دیا ہے یعنی اس امت کے ہاتھوں۔ پھر حرمت والے کام بھی اس سے سرزد ہو گئے۔ بعض درمیانہ درجے کے رہے جنہوں نے محرمات سے تو اجتناب کیا' واجبات بجالاتے رہے لیکن کبھی کبھی کوئی مستحب کام ان سے چھوٹ بھی گیا اور کبھی کوئی ہلکی پھلکی نافرمانی بھی سرزد ہو گئی۔ بعض درجو میں بہت ہی آگے نکل گئے۔ واجبات چھوڑ' مستحاب کو بھی انہوں نے نہ چھوڑا اور محرمات چھوڑ' مکروہات سے بھی یکسر الگ رہے۔ بلکہ بعض مرتبہ مباح چیزوں کو بھی ڈر کر چھوڑ دیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پسندیدہ بندوں سے مراد امت محمدؐ ہے جو اللہ کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں' انہیں بخشا جائے اور ان میں جو درمیانہ لوگ ہیں' ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا اور ان میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں' انہیں بے حساب جنت میں پہنچایا جائے گا۔ طبرانی میں ہے' حضورؐ نے فرمایا' میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' سابق لوگ تو بغیر حساب کتاب کے داخل جنت ہوں گے۔ اور میانہ رو رحمت رب سے داخل جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد ﷺ کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ الغرض اس امت کے ہلکے پھلکے گنہگار بھی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں۔ فالحمدللہ۔

گو اکثر سلف کا قول یہی ہے لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں نہ وارثین کتاب ہیں۔ بلکہ مراد اس سے کافر' منافق اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں۔ پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورۂ واقعہ کے اول و آخر میں ہے۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی امت میں ہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ یہ تینوں گویا ایک ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں۔ (مسند احمد)

یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی ہیں جن کا نام مذکور نہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ وہ جنتی ہیں' گویا ایک ہی ہیں۔ ہاں مرتبوں میں فرق ہونا لازمی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا' سابقین تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور درمیانہ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طول محشر میں روکے جائیں گے۔ پھر اللہ کی رحمت سے تلافی ہو جائے گی اور یہ کہیں گے' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔ ہمارا رب بڑا ہی غفور و شکور ہے جس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی جہاں ہمیں کوئی درد دکھ نہیں۔ (مسند احمد)

ابن ابی حاتم کی اس روایت میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔ ابن جریرؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ابو ثابتؓ مسجد میں آتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ! میری وحشت کا انیس میرے لئے مہیا کر دے اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما۔ یہ سن کر صحابی ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں' میں تیرا ساتھی ہوں' سن میں آج تجھے وہ حدیث رسولؐ سناتا ہوں جسے میں نے آج تک کسی کو نہیں سنائی۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا

سَابِقٌ بِالْخَیرَاتِ تو جنت میں بے حساب جائیں گے اور مُقْتَصِدٌ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کو اس مکان میں غم ورنج پہنچے گا جس سے نجات پا کر وہ کہیں گے' اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم ورنج دور کر دیا۔

تیسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ یہ سب اسی امت میں سے ہیں۔ چوتھی حدیث: میری امت کے تین حصے ہیں۔ ایک بے حساب و بے عذاب جنت میں جانے والا۔ دوسرا آسانی سے حساب لیا جانے والا اور پھر بہشت نشیں ہونے والا۔ تیسری وہ جماعت ہوگی جس سے تفتیش وتلاش ہوگی لیکن پھر فرشتے حاضر ہو کر کہیں گے کہ ہم نے انہیں لا اله الا الله وحده کہتے ہوئے پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ سچ ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اچھا' انہیں میں نے ان کے اس قول کی وجہ سے چھوڑا۔ جاؤ انہیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں دوزخیوں پر لاد دو۔ اسی کا ذکر آیت وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ مَّعَ اَثْقَالِهِمْ میں ہے یعنی وہ ان کے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے۔ اس کی تصدیق اس میں ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں وارثین کتاب بنایا ہے' ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ پس ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں' وہ باز پرس کئے جائیں گے۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گی۔ ایک بے حساب جنت میں جانے والی' ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی' ایک گنہگار جن کی نسبت اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے' اللہ ان کے پاس بڑے بڑے گناہ ہیں لیکن انہوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا' انہیں میری وسیع رحمت میں داخل کر دو۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر)

دوسرا اثر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں بیٹا یہ سب جنتی لوگ ہیں۔ سَابِقٌ بِالْخَیرَاتِ تو وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے جنہیں خود آپؐ نے جنت کی بشارت دی۔ مُقْتَصِدٌ وہ ہیں جنہوں نے آپؐ کے نقش قدم کی پیروی کی یہاں تک کہ ان سے مل گئے۔ اور ظَلِمٌ لِّنَفْسِهٖ مجھ تجھ جیسے ہیں (ابوداؤد طیالسی) خیال فرمایئے کہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجودیکہ سَابِقٌ بِالْخَیرَاتِ میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں لیکن کس طرح اپنے تئیں متواضع بناتی ہیں حالانکہ حدیث میں آ چکا ہے کہ تمام عورتوں پر حضرت عائشہؓ کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو ہر قسم کے طعام پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ تو ہمارے بدوی لوگ ہیں اور مُقْتَصِدٌ ہماری شہری لوگ ہیں اور سابق ہمارے مجاہد ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت کعب احبار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت میں سے ہیں اور سب جنتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد جنت کا ذکر کر کے پھر فرمایا ہے وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ پس یہ لوگ دوزخی ہیں۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعبؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا' کعب کے اللہ کی قسم یہ سب ایک ہی زمرے میں ہیں۔ ہاں اعمال کے مطابق ان کے درجات کم وبیش ہیں۔ ابواسحاق سبیعی بھی اس آیت میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں جماعتیں ناجی ہیں۔ محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں' یہ امت مرحومہ ہے۔ ان کے گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور ان کے مُقْتَصِدٌ اللہ کے پاس جنت میں ہوں گے اور ان کے سابق بلند درجوں میں ہوں گے۔ محمد بن علی باقرؒ فرماتے ہیں کہ یہاں جن لوگوں کو ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کہا گیا ہے

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گناہ بھی کئے تھے اور نیکیاں بھی۔ ان احادیث اور آثار کو سامنے رکھ کر یہ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں عموم ہے اور اس امت کی ان تینوں قسموں کو یہ شامل ہے۔ پس علماء کرام اس نعمت کے ساتھ سب سے زیادہ رشک کے قابل ہیں اور اس رحمت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ جیسے کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص مدینے سے دمشق میں حضرت ابو درداؓ کے پاس جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو آپ دریافت فرماتے ہیں کہ پیارے بھائی یہاں کیسے آنا ہوا؟ وہ کہتے ہیں' اس حدیث کے سننے کے لئے آیا ہوں جو آپ بیان کرتے ہیں۔ پوچھا' کیا کسی تجارت کی غرض سے نہیں آئے؟ جواب دیا' نہیں۔ پوچھا' پھر کوئی اور مطلب بھی ہو گا؟ فرمایا کوئی مقصد نہیں۔ پوچھا پھر کیا صرف حدیث کی طلب کے لئے یہ سفر کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ فرمایا سنو' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے کو قطع کرے اللہ اسے جنت کے راستوں میں چلائے گا۔ اللہ کی رحمت کے فرشتے طالب علموں کے لئے پر بچھا دیتے ہیں کیونکہ وہ ان سے بہت ہی خوش ہیں اور ان کی خوشی کے خواہاں ہیں۔ عالم کے لئے آسمان و زمین کی ہر چیز استغفار کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی۔ عابد و عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے ورثے میں درہم و دینار نہیں چھوڑے۔ ان کا ورثہ علم دین ہے۔ جس نے اسے لیا' اس نے بڑی دولت حاصل کر لی۔ (ابوداؤد' ترمذی وغیرہ) اس حدیث کے تمام طریق اور الفاظ اور شرح میں نے صحیح بخاری کتاب العلم کی شرح میں مفصلاً بیان کر دی ہے فالحمد للہ۔ سورۂ طٰہٰ کے شروع میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علما سے فرمائے گا' میں نے اپنا علم و حکمت تمہیں اس لئے ہی دیا تھا کہ تمہیں بخش دوں گو تم کیسے ہی ہو۔ مجھے اس کی کچھ پرواہ ہی نہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ
وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ
اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْۤ
اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ
وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

ان ہمیشگی والی جنتوں میں داخل ہوں گے جہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی اور جہاں ان کا لباس خالص ریشم ہو گا ○ کہیں گے کہ ساری تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم سے غم و اندوہ دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی قدر شناس ہے ○ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشگی والے گھر میں اتارا جہاں نہ تو ہمیں کوئی رنج پہنچے نہ وہاں ہمیں کوئی تکلیف و تکان ہو ○

اللہ کی کتاب کے وارث لوگ: ☆☆ (آیت:۳۳-۳۵) فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے اللہ کی کتاب کا وارث بنایا ہے' انہیں قیامت کے دن ہمیشہ والی ابدی نعمتوں والی جنتوں میں لے جائیں گے۔ جہاں انہیں سونے کے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے' مومن کا زیور وہاں تک ہو گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ ان کا لباس وہاں پر خاص ریشمی ہو گا۔ جس سے دنیا میں وہ ممانعت کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے' جو شخص یہاں دنیا میں حریر و ریشم پہنے گا' وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔

اور حدیث میں ہے' یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں ہے اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے

اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا' انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر موتی اور یاقوت کے تاج ہوں گے جو بالکل شاہانہ ہوں گے۔ وہ نوجوان ہوں گے بغیر بالوں کے شرمیلی آنکھوں والے' وہ جناب باری عزوجل کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ کا احسان ہے جس نے ہم سے خوف ڈر زائل کر دیا اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں پر قبروں میں' میدان محشر میں' کوئی دہشت و وحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں پر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں' اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔ (ابن ابی حاتم)

طبرانی میں ہے' موت کے وقت بھی انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے' ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدردانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں' یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل و کرم لطف و رحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے۔ ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے' تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جا سکتے۔ لوگوں نے پوچھا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا ہاں مجھے بھی اسی صورت اللہ کی رحمت ساتھ دے گی۔ وہ کہیں گے' یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی شفقت و محنت ہے نہ تھکان اور کلفت ہے۔ روح الگ خوش ہے۔ جسم الگ راضی ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو دنیا میں اللہ کی راہ کی تکلیفیں انہیں اٹھانی پڑی تھیں۔ آج راحت ہی راحت ہے۔ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ پسند اور دل پسند کھاتے پیتے رہو اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرماں برداریاں کیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ ع ۱۱

اور جن لوگوں نے کفر کیا' انہی کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ نہ ان کا کام تمام کیا جائے کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے کسی طرح کا اس کا کوئی عذاب ہلکا کیا جائے۔ ہم ہر ناشکرے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ وہ اس میں چلاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں نکال دے تو ہم اچھے عمل کریں گے برخلاف ان کے جو ہم کرتے رہے' کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دے رکھی تھی کہ نصیحت حاصل کرنے والا اس میں نصیحت حاصل کر لیں اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے بھی آئے تھے۔ اب مزہ چکھو۔ گنہگاروں کا کوئی بھی مددگار نہیں ○

برے لوگوں کا روح فرسا حال: ☆☆ (آیت: ۳۶-۳۷) نیک لوگوں کا حال بیان فرما کر اب برے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ میں جلتے جھلستے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہیں آئے گی جو مر جائیں۔ جیسے اور آیت میں لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ کوئی اچھی زندگی ہوگی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو ابدی جہنمی ہیں' انہیں

وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی۔ وہ تو کہیں گے کہ اے داروغہ جہنم تم ہی اللہ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے۔ پس وہ موت کو اپنے لئے رحمت سمجھیں گے لیکن وہ آئے گی ہی نہیں۔ نہ مریں نہ عذابوں میں کمی دیکھیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ یعنی کفار دائماً عذاب جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی بھی نہ ہٹیں گے نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے۔ اور جگہ فرمان ہے كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا آگ جہنم ہمیشہ تیز ہی ہوتی رہے گی۔ فرماتا ہے فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا لو اب مزے چکھو عذاب ہی عذاب تمہارے لئے بڑھتے رہیں گے۔ کافروں کا یہی بدلہ ہے' وہ چیخ و پکار کریں گے' ہائے وائے کریں گے۔ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے۔ اقرار کریں گے کہ ہم گناہ نہیں کریں گے۔ نیکیاں کریں گے۔ لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں گے تو وہی سرکشی کریں گے اسی لئے ان کا یہ ارمان پورا نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ فرمایا کہ انہیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا کہ تم تو وہی ہو کہ جب اللہ کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم کفر کرنے لگتے تھے۔ وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا۔ پس اب بھی اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے ممانعت کئے جاتے ہو۔ پس فرمایا' انہیں کہا جائے گا کہ دنیا میں تو تم بہت جیے' تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے۔ مثلاً ستر سال جیے۔ حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ لمبی عمر میں بھی اللہ کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے۔ اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں بڑھتا چلا جائے۔ دیکھو تو یہ آیت جب اترتی ہے' اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال کی عمر کے ہی تھے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں' مراد بیس سال کی عمر ہے۔ حسنؒ فرماتے ہیں' چالیس سال۔ مسروقؒ فرماتے ہیں' چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس عمر تک پہنچنا اللہ کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے۔ آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں۔ اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ جیسے ایک حدیث میں بھی ہے گو امام ابن جریرؒ اس کی سند میں کلام کرتے ہیں لیکن وہ کلام ٹھیک نہیں۔ حضرت علیؓ سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہوگی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟ لیکن اس کی سند ٹھیک نہیں۔ مسند میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساٹھ ستر برس کی عمر کو پہنچا دیا' اس کا کوئی عذر پھر اللہ کے ہاں نہیں چلنے والا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے' اس شخص کا عذر اللہ نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک دنیا میں رکھا۔ اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں لیکن اگر نہ بھی ہوتیں تو بھی صرف حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا اسے اپنی صحیح میں وارد کرنا ہی اس کی صحت کا کافی ثبوت تھا۔ ابن جریر کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی جانچ کی ضرورت ہے' امام بخاریؒ کے صحیح کہنے کے مقابلے میں ایک جو کی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم۔ بعض لوگ کہتے ہیں اطباء کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے۔ ساٹھ سال تک تو انسان بڑھوتری میں رہتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے اور یہی اس امت کی غالب عمر ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے' میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں اور اس سے تجاوز کرنے والے کم ہیں۔ (ترمذی وغیرہ) امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ تو اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں' اس کی اور کوئی سند نہیں لیکن تعجب ہے کہ امام صعب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ کیسے فرما دیا؟ اس کی ایک دوسری سند ابن ابی الدنیا میں موجود ہے۔ خود ترمذی میں بھی یہی حدیث دوسری سند سے کتاب الزہد میں مروی ہے۔ ایک اور ضعیف حدیث میں ہے' میری امت میں ستر سال کی عمر والے بھی کم ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ حضورؐ سے آپ کی امت کی عمر کی

بابت سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا' پچاس سے ساٹھ سال تک کی عمر ہے۔ پوچھا گیا ستر سال کی عمر والے؟ فرمایا بہت کم۔ اللہ ان پر اور اسی سال والوں پر اپنا رحم فرمائے۔ (بزار) اس حدیث کا ایک راوی عثمان بن مطر قوی نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ ایک قول ہے کہ ساٹھ سال کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پینسٹھ برس کی تھی۔ واللہ اعلم۔ (تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ سال کہنے والے راوی دہائیوں کو لگاتے ہیں اکائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پینسٹھ سال والے سال تولد اور سال وفات کو بھی گنتے ہیں اور تریسٹھ والے ان دونوں کو نہیں لگاتے۔ پس کوئی اختلاف نہیں۔ فالحمدللہ۔ مترجم) اور تمہارے پاس ڈرانے والے آ گئے یعنی سفید بال۔ یا خود رسول اللہ ﷺ۔ زیادہ صحیح قول دوسرا ہی ہے جیسے فرمان ہے ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی یہ پیغمبر نذیر ہیں۔ پس عمر دے کر رسول بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی۔ چنانچہ قیامت کے دن بھی جب دوزخی تمنائے موت کریں گے تو یہی جواب ملے گا کہ تمہارے پاس حق آ چکا تھا یعنی رسولوں کی زبانی ہم پیغام حق تمہیں پہنچا چکے تھے لیکن تم نہ مانے۔ اور آیت میں ہے مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں' عذاب نہیں کرتے۔

سورۂ تبارک میں فرمان ہے' جب جہنمی جہنم میں ڈالے جائیں گے' وہاں کے داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے لیکن ہم نے انہیں نہ مانا' انہیں جھوٹا جانا اور کہہ دیا کہ اللہ نے تو کوئی کتاب وغیرہ نازل نہیں فرمائی۔ تم یونہی بک رہے ہو' پس آج قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ نبیوں کی مخالفت کا مزہ چکھو۔ مدت العمر انہیں جھٹلاتے رہے۔ اب آج اپنے اعمال کے بدلے اٹھاؤ اور سن لو کوئی نہ کھڑا ہوگا جو تمہارے کام آ سکے۔ تمہاری کچھ مدد کر سکے اور عذابوں سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی خبردار ہے ○ اسی نے تمہیں زمین میں جانشین کیا ہے۔ کفر کرنے والے ہی پر اس کا کفر پڑے گا۔ کافروں کا کفر انہیں ان کے رب کے ہاں بیزاری اور ناخوشی میں ہی بڑھاتا ہے اور کافروں کا کفر کافروں کے حق میں سوائے نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں کرتا ○

وسیع العلم اللہ تعالیٰ کا فرمان: ☆☆ (آیت: ۳۸-۳۹) اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ آسمان زمین کی ہر چیز کا عالم ہے۔ دلوں کے بھید' سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ وہ دے گا' اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جیسے جیسے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں' ویسے ہی اللہ کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان اور زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے' نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِیۡ مَا
ذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَیۡنٰهُمۡ
كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنۡهُ ۚ بَلۡ اِنۡ یَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ
بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ
اَنۡ تَزُوۡلَا ۚ وَ لَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۱﴾

پوچھ تو کہ بھلا اپنے ان شریکوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو۔ مجھے دکھاؤ تو کہ انہوں نے زمین کا کونسا ٹکڑا پیدا کر دیا ہے؟ یا آسمان کے کس حصے میں ان کا ساجھا ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ وہ اس کی سند رکھتے ہوں؟ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم تو ایک دوسروں کو صرف دھوکے بازی کے وعدے دے رہے ہیں ○ یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ ہی تھامے ہوئے ہے کہ وہ ادھر ادھر نہ ہو جائیں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ اگر وہ لغزش کھا جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں کوئی تھام بھی نہیں سکتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت ہی تحمل والا اور بہت ہی بخشنے والا ہے ○

مدلل پیغام: ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۱) اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمایئے کہ اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارا کرتے ہو تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کر دو کہ آسمانوں میں ان کا کونسا حصہ ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی۔ پھر تم مجھے چھوڑ کر انہیں کیوں پکارو؟ وہ تو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔ اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے کفر و شرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کر دو۔ لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو۔ دلیل کچھ بھی نہیں۔ باطل، جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو۔ ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش بھی تو نہیں کر سکتا۔ آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے۔ یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے، روک سکے، نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم و غفور اللہ کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک، نافرمانی و سرکشی، کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے، ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے ہے۔ گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب بلکہ منکر حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر بیان فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر ان کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دے دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو۔ یہ گریں نہیں۔ ٹوٹیں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے لیکن نیند کا غلبہ ہونے لگا۔ اونگھ آنے لگی۔ کچھ جھکولے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چور ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں بھی تھام نہیں سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین و آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی؟ لیکن بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور کا فرمان نہیں بلکہ بنی اسرائیل کی گھڑنت ہے۔

بھلا حضرت موسیٰؑ جیسا جلیل القدر پیغمبر یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سو جاتا ہے - باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آئے نہ نیند - زمین و آسمان کی کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے - بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان شان ہے - وہ ترازو کو اونچا نیچا کرتا رہتا ہے - دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں - اس کا حجاب نور ہے - یا آگ ہے - اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے' سب مخلوق کو جلا دیں - ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا - آپؓ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا شام سے - پوچھا' وہاں کس سے ملے؟ کہا کعبؓ سے - پوچھا کعبؓ نے کیا بات بیان کی؟ کہا یہ کہ آسمان ایک فرشتے کے کندھے تک گھوم رہے ہیں - پوچھے تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلا دیا؟ جواب دیا' کچھ بھی نہیں - فرمایا پھر تو تم نے کچھ بھی نہیں کیا - سنو حضرت کعبؓ نے غلط کہا - پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی - اس کی اسناد صحیح ہے -

دوسری سند میں آنے والے کا نام ہے کہ وہ حضرت جندب بجلیؓ تھے - حضرت امام مالکؒ بھی اس کی تردید کرتے تھے کہ آسمان گردش میں ہیں اور اسی آیت سے دلیل لیتے تھے اور اس حدیث سے بھی جس میں ہے' مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کا دروازہ ہے - وہ بند نہ ہوگا جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو - حدیث بالکل صحیح ہے - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم -

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

پہلے تو یہ لوگ تاکیدی قسمیں کھا رہے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا آ جاتا تو یہ ہر ایک امت سے زیادہ راہ یافتہ ہوتے - پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا پیغمبر آ گیا تو یہ تو اور بھی بیزاری اور بدکنے میں بڑھ گئے ○ دنیا میں اپنے تئیں بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور برے مکر کی وجہ سے - اور برے مکر کا داؤ مکاروں پر - ہی الٹا پڑا کرتا ہے - اب انہیں تو صرف اگلوں کے دستور کا ہی انتظار ہے - تو تو ہرگز اللہ کے دستور کا تبدل و تغیر نہ پائے گا اور نہ کبھی دستور الٰہی کو منتقل ہوتا دیکھے گا ○

قسمیں کھا کر مکرنے والے ظالم: ☆☆ (آیت: ۴۲-۴۳) قریش نے اور عرب نے حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے بڑی سخت قسمیں کھا رکھی تھیں' کہ اگر اللہ کا کوئی رسول ہم میں آئے تو ہم تمام دنیا سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے - جیسے اور جگہ فرمان ہے اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ الخ یعنی اس لئے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے کی جماعتوں پر تو البتہ کتابیں اتریں - لیکن ہم تو ان سے بے خبر ہی رہے - اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے بہت زیادہ راہ یافتہ ہو جاتے - تو لو اب تو خود تمہارے پاس تمہارے رب کی بھیجی ہوئی دلیل آ پہنچی - ہدایت و رحمت خود تمہارے ہاتھوں میں دی جا چکی - اب بتاؤ کہ رب کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور ان سے منہ موڑنے والوں سے زیادہ ظالم کون ہے؟ اور آیتوں میں ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے اپنے پاس اگلے لوگوں کے عبرتناک واقعات ہوتے تو ہم تو اللہ کے مخلص بندے بن جاتے - لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد کفر کیا - اب انہیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو

جائے گا۔ ان کے پاس اللہ کے آخری پیغمبرؐ اور رب کی آخری اور افضل ترین کتاب آ چکی لیکن یہ کفر میں اور بڑھ گئے' انہوں نے اللہ کی باتیں ماننے سے تکبر کیا۔ خود نہ مان کر پھر اپنی مکاریوں سے اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا۔ لیکن انہیں باور کر لینا چاہیے کہ اس کا وبال خود ان پر پڑے گا۔ یہ اللہ کا نہیں البتہ اپنا بگاڑ رہے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں' مکاریوں سے پرہیز کرو۔ مکر کا بوجھ مکار پر ہی پڑتا ہے اور اس کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہوگی۔ حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں' تین کاموں کا کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔ ان کاموں کا وبال ان پر یقیناً آئے گا۔ مکر' بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ انہیں صرف اسی کا انتظار ہے جو ان جیسے ان پہلے گزرنے والوں کا حال ہوا کہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور فرمان رسولؐ کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے دائمی عذاب ان پر آ گئے۔ پس یہ تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہی ہے۔ اور تو غور کر۔ رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹتی ہے۔ جس قوم پر عذاب کا ارادہ الٰہی ہو چکا' پھر اس ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ ان پر سے عذاب ہٹیں نہ وہ ان سے بچیں۔ نہ کوئی انہیں گھما سکے۔ واللہ اعلم۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ
مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾
وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا
مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ
أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾ ع ۸ ۱۷

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے جو لوگ ان سے بہت زیادہ قوی اور زور آور تھے' ان کا کیا کچھ انجام ہوا؟ یاد رکھو' آسمان و زمین میں کوئی چیز اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتی۔ وہی تو پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے ○ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوت پر ابھی ہی سزائیں دینے لگتا تو پشت زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا باقی نہ بچتا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں معیاد مقررہ تک ڈھیل دے رہا ہے۔ پس جب ان کا وہ وقت مقررہ آ جائے گا تو اللہ کے سب بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں ○

عبرت ناک مناظر سے سبق لو: ☆☆ (آیت: ۴۴-۴۵) حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا عبرتناک انجام ہوا۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں' ان کے محلات اجاڑ دیئے گئے' ان کی طاقت تنہا ہو گئی' ان کے مال تباہ کر دیئے گئے' ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ اللہ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے' نوچ لئے گئے' تباہ و برباد کر دیئے گئے' کچھ کام نہ آیا' کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ کو کوئی ہرا نہیں سکتا' اسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا' اس کا کوئی ارادہ کامیابی سے جدا نہیں' اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا۔ وہ تمام کائنات کا عالم ہے' وہ تمام کاموں پر قادر ہے۔ اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا۔ زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا۔ لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے۔ عذابوں کو موخر کئے ہوئے ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ قیامت قائم ہو جائے اور حساب کتاب شروع ہو جائے۔ طاعت کا بدلہ اور ثواب ملے۔ نافرمانی کا عذاب اور اس پر سزا ہو۔ اجل آنے کے بعد پھر تاخیر نہیں ملنے والی۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بخوبی دیکھنے والا ہے۔

تفسیر سورۃ یٰسین

تفسیر سورۃ یٰسین: ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۂ یاسین ہے۔ سورۂ یاسین کے پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی مجہول ہے۔ اس باب میں اور روایتیں بھی ہیں لیکن سنداً وہ بھی کچھ ایسی بہت اچھی نہیں۔ اور حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورۂ یاسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۂ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے اس کی اسناد بہت عمدہ ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسی اسی فرشتے اترتے ہیں۔ اس کی ایک آیت یعنی آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ اسے جو شخص نیک نیتی سے اللہ کی رضا جوئی کے لئے پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھ جو سکرات کی حالت میں ہوں۔ بعض علماء کرام رحمتہ اللہ علیہم کا قول ہے کہ جس سخت کام کے وقت سورۂ یاسین پڑھی جاتی ہے اللہ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے سامنے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ اور روح آسانی سے نکلتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مشائخ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسے وقت سورۂ یاسین پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تخفیف کر دیتا ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔ بزار میں فرمان رسولؐ ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾

رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے شروع

اس باحکمت قرآن کی قسم ○ تو بھی منجملہ پیغمبروں کے ہے ○ سیدھی راہ پر ہے ○ اتارا ہوا ہے اللہ غالب مہربان کا ○ اس لئے کہ تو اس قوم کو ہوشیار کر دے جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے تو وہ بالکل بے خبر ہیں ○ ان میں سے اکثر لوگوں پر وعدہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ سو وہ تو ایمان لائیں گے ہی نہیں ○

صراط مستقیم کی وضاحت: ☆☆ (آیت: ۲-۷) حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں جیسے یہاں یاسین ہے ان کا پورا بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں لہٰذا اب یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یٰسین سے مراد اے انسان ہے۔ بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں اے انسان کے معنی میں یہ لفظ ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ اللہ کا نام ہے۔ پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا' بالیقین اے محمد ﷺ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں' سچے اچھے' مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں' یہ راہ اللہ رحمٰن و رحیم صراط مستقیم کی ہے اسی کا اتارا ہوا یہ دین ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ الخ تو یقیناً راہ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ کی سیدھی راہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے تاکہ تو عربوں کو ڈرا دے جن کے بزرگ بھی آگاہی سے محروم

تھے- جو محض غافل ہیں- ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہہ سے الگ ہیں- جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی- حضورؐ کی بعثت عام تھی- ساری دنیا کی طرف تھی- اس کے دلائل وضاحت و تفصیل سے آیت قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں' اکثر لوگوں پر اللہ کے عذابوں کا قول ثابت ہو چکا ہے- انہیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا- وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے-

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ
فَهُمْ مُقْمَحُونَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا
وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿۹﴾ وَسَوَاءٌ
عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾ إِنَّمَا
تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ
بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿۱۱﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا
وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ﴿۱۲﴾ ع ۱۲ / ۱۸

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں جس سے ان کے سر بھی اونچے ہو گئے ہیں ○ اور ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اوپر سے بھی انہیں ڈھانپ دیا ہے- پس یہ دیکھ بھی نہیں سکتے ○ تو انہیں ہوشیار کرے یا نہ کرے' دونوں ہی برابر ہے یہ ایمان قبول نہیں کریں گے ○ تو تو اسی کو ڈرا سکتا ہے جو نصیحت قبول کرے اور رب رحمٰن سے غائبانہ ڈرتا رہے تو اسے معافی کی اور بہترین ثواب کی خوشخبری سنا دے ○ ہم ہیں جو مردوں کو جلاتے ہیں اور جو کچھ لوگوں نے آگے بھیجا ہے' اسے اور ان کے نشانات قدم کو لکھتے جاتے ہیں اور ہر چیز کا ہم نے لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے ○

شب ہجرت اور کفار کے سر خاک: ☆☆ (آیت: ۸-۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کا ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے- یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن پر باندھ دیئے جائیں اور ان کا سر اونچا جا رہا ہو- گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا لیکن مراد یہی ہے کہ گردن سے ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے' اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں- عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہی بات موجود ہے- غل کہتے ہی دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو- اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا- مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں- اس لئے وہ کسی کار خیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے- ان کے سر اونچے ہیں- ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں- وہ ہر بھلائی کرنے سے قاصر ہیں' گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے جو حق تسلیم کرنے میں مانع ہے- پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق کو ماننے میں رکاوٹ ہے یعنی حق سے روک ہے- اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں- حق کے پاس آ نہیں سکتے- گمراہیوں میں گھرے ہوئے ہیں- آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں- حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے- نہ حق کی طرف راہ پائیں- نہ حق سے فائدہ اٹھائیں- ابن عباسؓ کی قراءت میں فَأَعْشَيْنَاهُمْ عین سے ہے- یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری ہے جو انسان کو

نابینا کر دیتی ہے۔

پس اسلام وایمان کے اوران کے درمیان چوطرفہ رکاوٹ ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جن پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ تو ایمان لانے کے ہی نہیں اگرچہ تو انہیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود دیکھ لیں۔ جسے اللہ روک دے وہ کہاں سے روک ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ ابوجہل ملعون نے کہا کہ اگر میں محمد (ﷺ) کو دیکھ لوں گا تو یوں کروں گا اور یوں کروں گا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ لوگ اسے کہتے تھے یہ ہیں محمد (ﷺ) لیکن اسے آپ دکھائی نہیں دیتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ ایک مرتبہ اسی ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ یہ دیکھو کہتا کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے اور مرنے کے بعد خلد نشین ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار ہو گے۔ آج آنے تو دو۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کی مٹھی میں خاک تھی۔

آپؐ ابتدا سورۂ یٰسین سے لَا یُبۡصِرُوۡنَ تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اللہ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپؐ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں کا گروہ آپؐ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے بعد ایک صاحب گھر سے نکلے۔ ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو۔ انہوں نے کہا محمدؐ کے انتظار میں ہیں۔ آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس نے کہا۔ واہ واہ۔ وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑو۔ اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔ حضورؐ کے سامنے جب ابوجہل کی یہ بات دوہرائی گئی تو آپؐ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہاں کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہوگا ان پر مہر اللہ لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اس مضمون کی ایک آیت گزر چکی ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡهِمۡ الخ یعنی جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تو انہیں تمام نشانیاں دکھا دے۔ یہاں تک کہ وہ خود اللہ کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں ہاں تیری نصیحت ان پر اثر کر سکتی ہے جو بھلی بات کی تابعداری کرنے والے ہیں۔ قرآن کو ماننے والے ہیں۔ دین دیکھنے والے اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی اللہ کا خوف رکھتے ہیں جہاں کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو تو گناہوں کی معافی کی اور اجر عظیم وجمیل کی خوشخبری پہنچا دے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پوشیدگی میں بھی اللہ کا خوف رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے ہم ہی ہیں جو مردوں کو زندگی دیتے ہیں۔ ہم قیامت کے دن انہیں نئی زندگی میں پیدا کرنے پر قادر ہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ مردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس اللہ کو قدرت ہے۔ وہ گمراہوں کو بھی راہ راست پر ڈال دیتا ہے۔ جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے فرمایا اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ الخ جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا اور ہم ان کے پہلے بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے ہیں تو جزا اور سزا نہ پائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اسے اس کا اور اسے جو کریں اس سب کا بدلہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں اور جو شخص کسی برے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور اس کا بھی جو اس پر اس کے بعد کاربند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹا کر نہیں۔ (مسلم)

ایک لمبی حدیث میں اس کے ساتھ ہی قبیلہ مضر کے چادر پوش لوگوں کا واقعہ بھی ہے اور آخر میں وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا پڑھنے کا ذکر

بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے' جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام عمل کٹ جاتے ہیں مگر تین عمل۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اور وہ صدقہ جاریہ جو اس کے بعد بھی باقی رہے۔ مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو اپنی گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ بغوی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ اس جملے کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشان قدم ہیں جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اے ابن آدمؑ اگر اللہ تعالیٰ تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے اور تیرے کسی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں اور جتنے قدم تو اس کی معصیت میں اٹھاتا ہے' سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہو سکے' وہ اللہ کی فرماں برداری کے قدم بڑھالے۔ اسی معنی کی بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔ ''پہلی حدیث'' مسند احمد میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' مسجد نبویؐ کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں قرب مسجد کے مکانات میں آ بسیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا' مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے؟ کیا ٹھیک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں' آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا' اے بنو سلمہ اپنے مکانات میں ہی رہو' تمہارے قدم اللہ کے ہاں لکھے جاتے ہیں۔

''دوسری حدیث'' ابن ابی حاتم کی اسی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس قبیلے نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ بزار کی اسی روایت میں ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد سے اپنے گھر دور ہونے کی شکایت حضورؐ سے کی۔ اس پر یہ آیت اتری اور پھر وہ وہیں رہتے رہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے کیونکہ اس میں اس آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بیان ہوا ہے اور یہ پوری سورت مکی ہے۔ فاللہ اعلم۔

''تیسری حدیث'' ابن جریر میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جن بعض انصار کے گھر مسجد سے دور تھے' انہوں نے مسجد کے قریب کے گھروں میں آنا چاہا۔ اس پر یہ آیت اتری تو انہوں نے کہا' اب ہم ان گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ حدیث موقوف ہے۔ ''چوتھی حدیث'' مسند احمد میں ہے کہ ایک مدنی صحابیؓ کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپؐ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھا کر فرمایا' کاش کہ یہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا۔ کسی نے کہا۔ یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر وطن میں فوت ہوتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر وہاں تک کی زمین تک کا ناپ کر کے اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔

ابن جریر میں حضرت ثابتؒ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا۔ میں جلدی جلدی بڑے قدموں سے چلنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا' میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ مسجد کو جا رہا تھا اور تیز قدم چل رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا' اے انسؓ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ نشانات قدم لکھے جاتے ہیں؟ اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشان قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کل کائنات جمیع موجودات مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے جو ام الکتاب ہے۔ یہی تفسیر بزرگوں سے آیت یَوْمَ نَدْعُوْا کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ ان کا نامہ اعمال جس میں خیر و شر درج ہے جیسے آیت وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ الخ اور آیت وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيْئَ بِالنَّبِيّٖنَ الخ میں ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾
اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا
اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا
وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾
قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

ان کے سامنے ایک بستی والوں کا حال بیان کیجئے جبکہ وہاں رسول آئے ○ ہم نے پہلے تو ان کے پاس دو رسول بھیجے- ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے ان کی تائید ایک تیسرے رسول سے کی تینوں نے کہا کہ یقیناً ہم تمہاری جانب اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں ○ بستی والوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو- فی الواقع اللہ رحمان نے تو کچھ بھی نہیں اتارا- تم قطعاً جھوٹ بول رہے ہو ○ رسولوں نے کہا' ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف اس کے رسول ہی ہیں ○ اور ہمارے ذمے تو صرف کھلا کھلا پیغام پہنچا دینا ہی ہے ○

ایک قصہ پارینہ: ☆☆ (آیت:۱۳-۱۷) اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے ساتھ ان سابقہ لوگوں کا قصہ بیان فرمایئے جنہوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح جھٹلایا تھا- یہ واقعہ شہر انطا کیہ کا ہے- وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش تھا- اس کے باپ اور دادا کا نام بھی یہی تھا- یہ سب راجہ پرجا بت پرست تھے- ان کے پاس اللہ کے تین رسول آئے- صادق' صدوق اور شلوم- اللہ کے درود و سلام ان پر نازل ہوں- لیکن ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلایا- عنقریب یہ بیان بھی آ رہا ہے کہ بعض بزرگوں نے اسے نہیں مانا کہ یہ واقعہ انطا کیہ کا ہو' پہلے تو اس کے پاس دو رسول آئے انہوں نے انہیں نہ مانا- ان دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے' پہلے دو رسولوں کا نام شمعونؑ اور یوحنا تھا اور تیسرے رسول کا نام بولص تھا- ان سب نے کہا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے' اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو- حضرت قتادہ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے' بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو- پھر کیا وجہ کہ تمہاری طرف اللہ کی وحی آئے اور ہماری طرف نہ آئے؟ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ تم فرشتے ہوتے- اکثر کفار نے یہی شبہ اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کے سامنے پیش کیا تھا- جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ الخ یعنی لوگوں کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ کیا انسان ہمارے ہادی بن کر آ گئے؟ اور آیت میں ہے قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا الخ یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو- تم صرف یہ چاہتے ہو کہ ہمیں اپنے باپ دادوں کے معبودوں سے روک دو- جاؤ کوئی کھلا غلبہ لے کر آؤ-

اور جگہ قرآن پاک میں ہے وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ یعنی کافروں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو یقیناً تم بڑے ہی گھاٹے میں پڑ گئے- اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آیت وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا الخ میں اس کا بیان ہے- یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں اللہ نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا- تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو' پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں- اگر ہم جھوٹے ہوتے

تو اللہ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا ۔ اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص بہ اعتبار انجام کے اچھا رہا؟ جیسے اور جگہ ارشاد ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا الخ میرے تمہارے درمیان اللہ کی شہادت کافی ہے ۔ وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے' باطل پر ایمان رکھنے والے اور اللہ سے کفر کرنے والے ہی نقصان یافتہ ہیں' سنو ہمارے ذمے تو صرف تبلیغ ہے ۔ مانو گے' تمہارا بھلا ہے ۔ نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے ۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے ۔ کل اپنے کئے کا خمیازہ بھگتو گے ۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

وہ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں ۔ اگر تم اب بھی باز نہ آئے تو یقین مانو کہ ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے سنگین سزا دی جائے گی ○

انبیاء و رسل سے کافروں کا رویہ: ☆☆ (آیت:۱۸) ان کافروں نے ان رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت و خیریت تو ملی نہیں ۔ بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی ۔ تم ہو ہی بدشگون اور تم جہاں جاؤ گے' بلائیں برسیں گی ۔ سنو' اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت المناک سزائیں دیں گے ۔

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

رسولوں نے جواب دیا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی ہے کیا یہی نحوست ہے کہ تمہیں سمجھایا گیا ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ کسی حد پر قائم ہی نہیں ہو ○ اسی بستی کے دور دراز مقام سے ایک شخص دوڑتا بھاگتا آیا' کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی پیروی کرو ○ ان کی راہ چلو ۔ یہ تو تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتے ۔ پھر ہیں بھی راہ راست پر ○

رسولوں کا جواب: ☆☆ (آیت:۱۹) رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود بدفطرت ہو ۔ تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور اسی وجہ سے تم پر مصیبتیں آنے والی ہیں ۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ۔ یہی بات فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی ۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے' ہم تو اس کے مستحق ہی تھے اور اگر کوئی رنج پہنچتا تو حضرت موسیٰؑ اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے ۔ جس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے بد اعمال ہیں جن کا وبال ہماری جناب سے انہیں پہنچ رہا ہے ۔ قوم صالحؑ نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا ۔ خود جناب پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی یہی کہا گیا ہے جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اگر ان کافروں کو کوئی نفع ہوتا ہے تو کہتے ہیں' یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں' یہ تیری طرف

سے ہے' تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے یہ بات بھی نہیں سمجھی جاتی؟ پھر فرماتا ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی' تمہاری خیر خواہی کی' تمہیں بھلی راہ سمجھائی' تمہیں اللہ کی توحید کی طرف رہ نمائی کی' تمہیں اخلاص وعبادت کے طریقے سکھائے۔ تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے اور ہمیں اس طرح ڈرانے دھمکانے لگے اور خوفزدہ کرنے لگے اور مقابلہ پر اتر آئے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم فضول خرچ لوگ ہو۔ حدود الٰہیہ سے تجاوز کر جاتے ہو۔ ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے؟ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

مبلغ حق شہید کر دیا: ☆☆ (آیت: ۲۰-۲۱) مروی ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا' جس کا نام حبیب تھا اور رسے کا کام کرتا تھا' تھا بھی بیمار' جذام کی بیماری تھی' بہت سخی آدمی تھا۔ جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ راہ اللہ خیرات کر دیا کرتا تھا۔ دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا۔ لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بد ارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا۔ دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں' یہ بڑھئی تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکمؒ فرماتے ہیں' جوتی گانٹھنے والے تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ انہوں نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو' ان کا کہا مانو۔

ان کی راہ چلو' دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالتؑ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ درد دل سے تمہیں اللہ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہ نمائی کر رہے ہیں۔ خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہیے اور ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ۔